حقیقت اسمِ اللہ ذات

تصنیفِ لطیف

سلطان العاشقین

حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن

مدظلہ الاقدس

حقیقت اسمِ اللہ ذات

تصنیفِ لطیف

سلطان العاشقین

حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن

مدظلہ الاقدس

نام کتاب حقیقت اسمِ اَللّٰہُ ذات

تصنیفِ لطیف سلطان العاشقین
حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس

ناشر سُلطان الفقر پبلیکیشنز (رجسٹرڈ) لاہور

بارِ اوّل مئی 2016ء

بارِ دوم اکتوبر 2019ء

بارِ سوم مئی 2023ء

تعداد 500

ISBN: 978-969-2220-31-6

سُلطان الفقر ہاؤس
4-5/A۔ ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن وحدت روڈ ڈاکخانہ منصورہ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 54790

www.sultan-ul-ashiqeen.com www.sultan-bahoo.com
www.sultan-ul-ashiqeen.pk www.sultan-bahoo.pk
www.sultan-ul-faqr-publications.com
Email: sultanulfaqrpublications@tehreekdawatefaqr.com

فہرس

حدیثِ دِل

تمام حمد و ثناء اللہ تبارک تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو وحدہٗ لاشریک اور بے نیاز ہے اور اس کا کوئی ''ہمسر'' نہیں ہے۔ جس نے انسان کو اپنے قرب و وصال کے لیے منتخب فرمایا ہے اور بے حد و بے حساب درود و سلام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ مبارکہ پر، جو محبوبِ خدا اور باعثِ تخلیقِ کائنات ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آل پر جن کو اللہ پاک نے پاک و طاہر کر دیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اصحابؓ پر، جو راہِ حق میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے رفیق اور ستاروں کی مانند ہیں اور تمام اولیا کاملینؒ پر، جو نائبِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ظاہری وصال کے بعد تلقین وارشاد کی مسندِ عظیم پر فائز ہیں۔

اسمِ اللہ ذات کی حقیقت کو نہ تو بیان کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس کے ذکر و تصور سے حاصل ہونے والے ثمرات کو احاطہ تحریر میں لایا جا سکتا ہے' خواہ ساری دنیا کے سمندر سیاہی اور ساری دنیا کے درخت قلم بن جائیں۔ اسمِ اللہ ذات کی حقیقت، تصور اور ذکر پر سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ نے ایک سو چالیس کتب تصنیف فرمائی ہیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''تمام آسمانی کتب اور صحیفے اسمِ اللہ ذات کی شرح اور تفسیر ہیں''۔ تمام پیغمبروں نے پیغمبری اسمِ اللہ ذات ہی کی برکت سے پائی ہے۔ جو شخص دیدارِ الٰہی کا طالب ہو اس پر اسمِ اللہ ذات کا ذکر و تصور لازم ہے۔

مرشدِ کریم سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کی حیاتِ مبارکہ میں اسمِ اللہ ذات کی دعوت و تبلیغ کے لیے اس موضوع پر ایک جامع اور مختصر پمفلٹ کی ضرورت محسوس ہوئی اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کے حکم کی تعمیل میں اِس فقیر نے ''حقیقت اسمِ اللہ ذات'' کے نام سے ایک مختصر پمفلٹ تحریر فرمایا جو آپ رحمتہ اللہ علیہ کی حیاتِ مبارکہ میں تین بار' فروری 2002ء' اپریل 2003ء اور

اگست 2003ء میں مکتبہ العارفین نے شائع کیا۔ اگست 2004ء تک ماہنامہ مرآۃ العارفین لاہور اور مکتبہ العارفین لاہور کی سربراہی اس فقیر کی ذمہ داری رہی اس لیے بارِ چہارم بھی اگست 2004ء میں مکتبہ العارفین لاہور کے زیرِ اہتمام شائع ہوا۔

مسندِ تلقین وارشاد سنبھالتے ہی دعوت وتبلیغ اور سالکینِ حق کی راہنمائی کے لیے کچھ ترامیم اور اضافہ کے ساتھ یہ پمفلٹ چار بار، جولائی 2005ء، مئی 2006ء، ستمبر 2008ء اور ستمبر 2009ء میں سلطان الفقر پبلیکیشنز لاہور کے زیرِ اہتمام شائع ہوا۔

اب ترامیم اور اضافہ کے ساتھ مکمل کتاب کی صورت میں آئی ایس بی این (ISBN) کے ساتھ شائع ہو رہا ہے جسے بارِ اوّل شمار کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اسے سالکینِ حق کے لیے راہنما بنائے۔ (آمین)

مئی 2016ء

سلطان محمد نجیب الرحمٰن سروری قادری

لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اسمِ اللہ ''اسمِ ذات'' ہے اور ذاتِ سبحانی کے لیے خاص الخاص ہے۔ علمائے راسخین کا قول ہے کہ یہ اسمِ مبارک نہ تو مصدر ہے اور نہ مشتق یعنی یہ لفظ نہ تو کسی سے بنا ہے نہ ہی اس سے کوئی لفظ بنتا ہے اور نہ اس اسمِ پاک کا مجازاً اطلاق ہوتا ہے جیسا کہ دوسرے اسما مبارک کا کسی دوسری جگہ مجازاً اطلاق کیا جاتا ہے۔ گویا یہ اسمِ پاک کسی بھی قسم کے اشتراک اور اطلاق سے پاک، منزّہ و مبرّا ہے۔ اللہ پاک کی طرح اسمِ اللہ بھی احد، واحد اور لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ ہے۔

یہ اللہ کا ذاتی نام ہے جس کے وِرد سے بندے کا اپنے ربّ سے خصوصی تعلق قائم ہوتا ہے۔ یہ اسم پاک قرآنِ پاک میں چار ہزار مرتبہ آیا ہے۔ عارف باللہ فقرا کے نزدیک یہی اسمِ اعظم ہے۔ یہ نام تمام جامع صفات کا مجموعہ ہے کہ بندہ جب اللہ کو اس نام سے پکارتا ہے تو اس میں تمام اسمائے صفات بھی آ جاتے ہیں گویا وہ ایک نام لے کر اسے محض ایک نام سے نہیں معناً تمام اسمائے صفات کے ساتھ پکار لیتا ہے۔ یہی اس اسم کی خصوصیت ہے جو کسی اور اسم میں نہیں ہے۔ امام رازی رحمتہ اللہ علیہ نے اس نکتہ کی وضاحت بہت خوبصورت الفاظ میں کی ہے:

- بے شک جب تُو نے اللہ تعالیٰ کو صفتِ رحمت کے ساتھ پکارا یعنی رحمٰن یا رحیم کہا تو اس

صورت میں تُو نے صفتِ رحمت کا ذکر کیا صفتِ قہر کا نہیں، یونہی صفتِ علم کے ساتھ 'یاعلیم' کہہ کر پکارا تو صرف صفتِ علم کا ذکر کیا صفتِ قدرت کا نہیں لیکن جب تو نے اللّٰہ کہا تو گویا تمام صفات کے ساتھ اسے پکار لیا کیونکہ اللہ ہوتا ہی وہ ہے جو تمام صفات سے متصف ہو۔ (تفسیر کبیر۔ جلد 1۔ ص85)

کسی چیز کی پہچان اور اس سے رابطے کا ذریعہ اس کا نام ہوتا ہے۔ نام بھی دو قسم کے ہوتے ہیں: ا۔ ذاتی ۲۔ صفاتی۔

ایک شخص جس کا نام نوید ہے اگر اس نے حکمت کا علم سیکھ رکھا ہے تو وہ حکیم نوید کہلائے گا، اگر اس نے قرآنِ مجید حفظ کر رکھا ہے تو وہ حافظ نوید کہلائے گا اور اسی طرح اگر اس نے حج کر رکھا ہے تو حاجی نوید کہلائے گا۔ غرض جتنی صفات سے وہ متصف ہوتا چلا جائے گا اتنے ہی صفاتی نام اس کے اصل نام نوید کے ساتھ لگتے چلے جائیں گے۔ اس صورت میں نوید اس کا ذاتی نام ہے اور حکیم، حافظ، حاجی وغیرہ اس کے صفاتی نام ہیں کیونکہ یہ نام بعد میں اس کے اصل نام کے ساتھ اس وقت لگے جب وہ ان صفات سے متصف ہو گیا۔ معلوم ہوا کہ صفاتی نام صرف کسی ایک صفت کے ذکر اذکار کا جامع ہوتا ہے جبکہ ذاتی نام تمام صفاتی ناموں کا جامع ہوتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام اللّٰہ ہے اور کریم، رحیم، غفور، غفار جیسے باقی تمام نام صفاتی ہیں اور یہ سب صفاتی نام اسمِ اللّٰہ ذات میں جمع ہیں۔ انسان جب اللہ تعالیٰ کو اُس کے ذاتی نام اللّٰہ سے یاد کرتا ہے تو گویا وہ اللہ تعالیٰ کو اس کی جملہ صفات سے یاد کرتا ہے۔

انسان کے اندر اسمِ اللّٰہ ذات اور اسمائے صفات کی استعداد روزِ ازل سے فطری طور پر موجود ہے جیسا کہ قرآنِ مجید میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کا ذِکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

- عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ۝ (سورۃ البقرہ۔ 31)

ترجمہ: آدم (علیہ السلام) کو تمام اسما کا علم عطا کیا گیا۔

اور اس طرح تمام اسما کا یہ علم حضرت آدم علیہ السلام سے اولادِ آدم میں منتقل ہوا۔ لہٰذا انسان جس اسم اور جس صفت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے وہ اپنے اندر اُسی اسم اور اُسی صفت کی استعداد کو بالفعل جاری کرتا ہے، اسی کو اپنے اندر نمودار کرتا ہے اور اسی کا نور اس کے دل میں چمکتا ہے مثلاً بندہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر اسم رحمٰن سے کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر اپنی صفتِ رحمٰن کی تجلّی فرماتا ہے اور اسمِ رحمٰن کا نور ذاکر کے اندر سرایت کر جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی جو صفتِ رحمانیہ تمام کائنات میں جاری و نافذ ہے اور جس کی وجہ سے تمام مخلوق کے درمیان رحم و شفقت قائم ہے، وہ بندہ اپنی استعداد کے مطابق اس سے فیض یاب ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفتِ رحمانیہ سے متصف ہو کر تمام معاملات و اعمال میں اسمِ رحمٰن کا مظہر بن جاتا ہے۔ اسی طرح بندہ جب اللہ تعالیٰ کے اسم سمیع یا اسم بصیر کا ذکر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی صفاتِ سمیع و بصیر سے اپنی استعداد کے مطابق فیض یاب ہوتا ہے۔ اسے ظاہری حواس کی سماعت و بصارت کے علاوہ باطنی حواس کی سماعت و بصارت بھی حاصل ہو جاتی ہے جن سے وہ اَن سُنی باتیں بذریعہ الہام سنتا ہے اور اَن دیکھے باطنی مقامات اور غیبی روحانی واقعات دیکھتا ہے۔ اسی طرح تمام صفات کو قیاس کر لیا جائے۔ لیکن جب انسان اللہ تعالیٰ کو اس کے ذاتی نام یعنی اسمِ اللہ ذات سے یاد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی ذات (جو اسکی تمام صفات و اسما کی جامع ہے) سے اس کی طرف تجلّی فرماتا ہے جس سے ذاکر اللہ تعالیٰ کے ذاتی اَنوار کا اپنے اندر مشاہدہ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کے ذاتی جلوے اور دیدار سے مشرف ہوتا ہے اور ذاکر کا وجود اللہ تعالیٰ کے ذاتی اَنوار (جو تمام صفات کے جامع ہیں) سے منور ہو جاتا ہے۔ حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- سن اللہ تعالیٰ کے اسمائے صفات (کا ذکر کرنے) سے استدراج ہو سکتا ہے لیکن اسمِ اللہ ذات (کے ذکر) میں استدراج کی کمی یا زیادتی کا خدشہ نہیں۔ (عین الفقر)

سبق صفاتی سوئی پڑھدے، جو وت ہینے ذاتی ھُو
عِلموں عِلم اُنہاں نوں ہویا، جیہڑے اصلی تے اثباتی ھُو

نال محبت نفس کٹھونیں، کڈھ قضا دی کاتی ھُو
بہرہ خاص اُنہاں نوں باھُوؒ، جنہاں لدھا آب حیاتی ھُو

مفہوم: اسمائے صفات کا ذکر تو وہی کرتے ہیں جو کمزور اور بزدل ہوتے ہیں اور جن میں عشقِ الٰہی کا بھاری بوجھ اٹھانے کی سکت نہیں ہوتی۔ اسمِ اللہ ذات کی کنہ اور حقیقت تک رسائی تو بلند ہمت اور عالی مرتبت طالبانِ مولیٰ کا ازلی ورثہ ہے۔ یہی لوگ ہیں جنہوں نے تسلیم و رضا کے خنجر سے نفس کو ذبح کر دیا ہے۔ فقر کی انتہا تک تو وہ پہنچے ہیں جو سلطان الاذکار ھُو کا آبِ حیات پی چکے ہیں۔

درحقیقت معرفتِ حق تعالیٰ دو طرح کی ہوتی ہے، ایک معرفت صفاتِ حق تعالیٰ اور ایک معرفتِ ذاتِ حق تعالیٰ۔ اِن کے فرق کو یوں بیان کیا جاتا ہے:

معرفتِ صفاتِ حق تعالیٰ

1۔ معرفتِ صفات کا تعلق عالمِ خلق (ارواح) سے ہے۔
2۔ معرفتِ صفات کا تعلق عبودیت سے ہے۔
3۔ معرفتِ صفات میں تسخیرِ خلق اور رجوعاتِ خلق ہے۔
4۔ معرفتِ صفات کا ذریعہ ورد و وظائف، چِلّے، مراقبے، بدنی وجسمانی ریاضت ومشقت ہے۔
5۔ معرفتِ صفات کی انتہائی منزل سدرۃ المنتہیٰ پر اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی اور لوحِ محفوظ کا مطالعہ ہے۔
6۔ معرفتِ صفات کا عارف صاحبِ ریاضت ہے۔ صاحبِ ریاضت صاحبِ درجات ہے۔
7۔ صاحبِ درجات لقاءِ الٰہی سے محروم ہے۔

معرفتِ ذاتِ حق تعالیٰ

1۔ معرفتِ ذات کا تعلق عالمِ امر سے ہے۔
2۔ معرفتِ ذات کا تعلق ربوبیت سے ہے۔

3۔ معرفتِ ذات میں استغراقِ حق اور لقاءِ الٰہی ہے۔

4۔ معرفتِ ذات کا ذریعہ فقط تصور اسم اللہ ذات ہے۔

5۔ معرفتِ ذات کی ابتدائی منزل لقاءِ الٰہی اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دائمی حضوری ہے۔

6۔ معرفتِ ذات کا عارف صاحبِ راز ہے اور صاحبِ راز صاحبِ ذات ہے۔

7۔ صاحبِ راز کی پہلی منزل ہی لقاءِ الٰہی ہے۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ عارفین کے سلطان ہیں اور عارف معرفتِ ذاتِ حق تعالیٰ ہی کا طالب ہوتا ہے۔ آپؒ کی تلقین یہ ہے کہ صفات کی معرفت کی بجائے ذات کی معرفت حاصل کی جائے۔ جب ذات کی معرفت حاصل ہو جائے گی تو صفات کی معرفت خود بخود حاصل ہو جائے گی کیونکہ ذات کُل ہے اور صفات ذات کا حصہ ہیں۔ معرفتِ صفات کے لیے اللہ کے صفاتی ناموں کا ذکر کیا جاتا ہے جبکہ معرفتِ ذات کے لیے اسمِ اللہ ذات کا ذکر و تصور کیا جاتا ہے۔

اسمِ اللہ ذات کی انفرادیت اور کمال

اسمِ اللہ ذات اپنے مسمّٰی ہی کی طرح یکتا، بے مثل اور اپنی حیرت انگیز معنویت و کمال کی وجہ سے ایک منفرد اسم ہے۔ اس اسم کی لفظی خصوصیت یہ ہے کہ اگر اس کے حروف کو بتدریج علیحدہ کر دیا جائے تو پھر بھی اس کے معنی میں کوئی تبدیلی نہیں آتی اور ہر صورت میں اسمِ اللہ ذات ہی رہتا ہے۔ اسم اللہ کا پہلا حرف 'ا' ہٹادیں تو لِلّٰہ رہ جاتا ہے جس کے معنی ہیں ''اللہ کے لئے'' اور یہ بھی اسمِ ذات ہے۔ قرآنِ مجید میں ہے:

◆ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ (سورۃ البقرہ۔284)

ترجمہ: اللہ ہی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔

اگراس اسم پاک کا پہلا 'ل' ہٹادیں تو لَہٗ رہ جاتا ہے جس کے معنی ہیں ''اس کے لئے'' اور یہ بھی اسم ذات ہے۔ جیسے ارشادِ ربانی ہے:

✦ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (سورۃ التغابن۔1)

ترجمہ: اسی کے لیے بادشاہت اور حمد وستائش ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اور اگر دوسرا 'ل' بھی ہٹادیں تو ھُو رہ جاتا ہے جو اسمِ ضمیر ہے اور اس کے معنی ہیں ''وہ''۔ یہ بھی اسم ذات ہے جیسے کہ قرآنِ مجید میں ہے:

✦ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ○ (سورۃ الحشر۔22)

ترجمہ: وہی اللہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر ھُو (ذاتِ حق تعالیٰ)۔

حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ اسم اللّٰہ، لِلّٰہ، لَہٗ اور ھُو کے متعلق فرماتے ہیں:

❖ جسے بھی تقویٰ نصیب ہوا اسمِ اللّٰہ ذات ہی سے ہوا۔ اسمِ اللّٰہ ذات سے چار اسم ظاہر ہوتے ہیں: اوّل اسمِ اللّٰہ جس کا ذکر بہت ہی افضل ہے۔ جب اسمِ اللّٰہ سے 'ا' جدا کیا جائے تو یہ اسم لِلّٰہ بن جاتا ہے اور اسمِ لِلّٰہ کا ذکر فیضِ الٰہی ہے۔ جب اسم لِلّٰہ کا پہلا 'ل' جدا کیا جائے تو یہ اسمِ لَہٗ بن جاتا ہے اور اسمِ لَہٗ کا ذکر عطائے الٰہی ہے۔ جب دوسرا 'ل' بھی جدا کر دیا جائے تو یہ 'ھُو' بن جاتا ہے اور اسمِ ھُو کا ذکر عنایتِ الٰہی ہے۔ چنانچہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ترجمہ: نہیں کوئی معبود سوائے ھُو (ذاتِ حق تعالیٰ) کے۔ (سورۃ البقرہ۔255) اللہ بس ما سویٰ اللہ ہوس۔ (محک الفقر کلاں)

❖ اسمِ اللّٰہ کے چار حروف ہیں 'ا ل ل ہ'۔ جب 'ا' الگ کرلیا جاتا ہے تو لِلّٰہ رہ جاتا ہے اور جب پہلا 'ل' الگ کرلیا جائے تو لَہٗ رہ جاتا ہے اور جب دوسرا 'ل' جدا کیا جاتا ہے تو ھُو رہ جاتا ہے۔ پس یہ چاروں اَللّٰہ، لِلّٰہ، لَہٗ اور ھُو اسمِ اعظم یعنی اسمِ اللّٰہ ذات ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

✦ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (سورۃ البقرہ۔255)

ترجمہ: وہ اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

◆ اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لا یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ (سورۃ البقرہ۔257)

ترجمہ: اللہ (اسم اللہ ذات) مومنوں کا دوست ہے جو انہیں ظلمت سے نکال کر نور کی طرف لے جاتا ہے۔

◆ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ فَاتَّخِذْہُ وَکِیْلًا (سورۃ مزمل۔9)

ترجمہ: ھُوکے سوا کوئی معبود نہیں پس ھُوکو ہی اپنا مددگار بناؤ۔ (عین الفقر)

ذاتِ باری تعالیٰ کی طرح اس کا اسم بھی نور ہے۔ قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

◆ اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (سورۃ النور۔35)

ترجمہ: اللہ (اسم اللہ ذات) آسمانوں اور زمین کا نُور ہے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں:

✿ فِیْ کُلِّ شَیْئٍ اِسْمٌ مِنْ اَسْمَائِہٖ تَعَالٰی وَاِسْمُ کُلِّ شَیْئٍ مِنْ اِسْمِہٖ

ترجمہ: ہر شے کے اندر اللہ تعالیٰ کے اسما میں سے ایک اِسم ہے اور ہر چیز کے اِسم کا ظہور اللہ تعالیٰ کے اسم (اسمِ اللہ) سے ہے۔

لیکن ہر چیز کا اِسم الگ ہے اور ذات الگ ہے مگر اللہ تعالیٰ چونکہ وحدہٗ لاشریک ہے اس لیے وہ اسم اور ذات میں بھی واحد اور احد ہے یعنی اس کا اسم اس کی ذات سے الگ نہیں بلکہ اسم وذات ایک ہی ہے۔ اس کو منصور حلاج نے یوں بیان کیا ہے:

⌘ جو یہ کہتا ہے کہ میں نے اس (اللہ تعالیٰ) کو اسم (اسم ذات) سے پہچانا ہے تو یاد رکھ 'اسم' 'مسمّٰی' سے علیحدہ نہیں ہے کیونکہ وہ مخلوق نہیں ہے۔ (طواسین)

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

✤ اسمِ اللّٰہ کیا ہے؟ عین اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جو بے چون و بے چگون اور بے مثل و بے شبہ ہے۔ (عین الفقر)

ظہورِ باری تعالیٰ بصورتِ اسمِ اللہ ذات

اللہ تعالیٰ نے جب عالمِ احدیت سے عالمِ کثرت کی طرف ظہور فرمایا تو اپنی پہچان ''اسمِ اللہ ذات'' کے ذریعے کروائی۔ حدیثِ قدسی ہے:

- كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ

ترجمہ: میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا پس میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق کو پیدا کیا۔

پوشیدہ خزانہ سے مراد یہ ہے کہ ذاتِ الٰہی اپنے اسماوصفات سمیت پوشیدہ ومخفی تھی۔ پھر ''ذات'' کے اندر پہچانے جانے کا جذبہ پیدا ہوا جس کی طرف بظاہر فَاَحْبَبْتُ کے سادہ سے لفظ کے ذریعہ اشارہ کیا گیا ہے یعنی ''تو میں نے چاہا'' مگر یہ چاہت اِس شدت کے ساتھ ظہور میں آئی کہ صوفیا کرام نے اِسے عشق سے تعبیر کیا ہے۔ محبت میں اگر شدت پیدا ہو جائے تو وہ ''عشق'' بن جاتی ہے۔ یہ جذبۂ عشق ہی تھا جس سے انسان کی تخلیق ہوئی، یہ کائنات وجود میں آئی اور انسان کی تخلیق کا مقصد اللہ پاک کی پہچان اور معرفت کا حصول ٹھہرا جیسا کہ اس نے فرمایا ''میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق کو پیدا کیا''۔

سلطان العارفین سلطان الفقر حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- جان لے! جب اللہ تعالیٰ نے (خود کو ظاہر کرنا) چاہا تو اپنے آپ سے اسمِ اللہ ذات کو جدا کیا جس سے نورِ محمدی ظاہر ہوا۔ اور جب آئینہ قدرت میں اپنی ہی توحید کو نورِ محمدی کی صورت میں دیکھا تو اپنی ہی صورت پر مائل، مشتاق، عاشق اور فریفتہ ہو گیا اور اپنی ہی بارگاہ سے ربّ الارباب حبیب اللہ کا خطاب پایا۔ اور پھر اس نورِ محمد سے اٹھارہ ہزار عالم کی تمام مخلوقات کو پیدا فرمایا۔ (عین الفقر)

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں:

- اسی نور سے کُل مخلوقات نے ظہور پایا اور یہی نور تمام مخلوقات کا رزق بنا۔ (مجالسۃ النبیؐ)

اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کو اسمِ اللہ ذات کی صورت میں ظاہر فرمایا جس سے نورِ محمدی کی تخلیق فرمائی پھر نورِ محمدی سے تمام مخلوقات کی ارواح کو پیدا کیا گیا اور انسانی ارواح کا رزق اسمِ اللہ ذات کا نور ہے۔ اللہ کے بندے جب اللہ کا دیدار، معرفت اور وصال چاہتے ہیں تو یہ دیدار، وصال اور معرفت صرف اسم اللہ ذات کی صورت میں ممکن ہے کیونکہ اسمِ اللہ کی صورت میں ذات کے اظہار سے پہلے اللہ کی صورت اور ماہیت کو سمجھنا اور پہچاننا کسی انسان کے لیے سوائے خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ممکن نہیں کیونکہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی اللہ کی اس صورت کا دیدار اور قرب حاصل کرنے والے ہیں۔ اللہ کی معرفت، دیدار اور وصال کے لیے راہِ فقر اختیار کر کے اسم اللہ ذات کا تصور اور ذکر ضروری ہے۔ جب ذکر و تصور اسمِ اللہ ذات سے ارواح کو ان کا رزق مل جاتا ہے تو ان کو وہ قوت و بصیرت حاصل ہو جاتی ہے جس سے وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھتی ہیں۔

فطرتِ انسانی اور اسمِ اللہ ذات

جب اللہ تعالیٰ نے خود کو نورِ محمدی کی صورت میں ظاہر کیا اور اپنے ہی آئینۂ قدرت میں خود کو صُورتِ محمدی میں دیکھا تو اپنے اس رُوپ پر خود ہی عاشق اور فریفتہ ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کا یہی عشق نورِ محمدی کا جوہرِ خاص بنا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ''امرِ کُن'' فرما کر نورِ محمد سے تمام عالم کی کل مخلوقات کی ارواح کو پیدا فرمایا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے:

اَنَا مِنْ نُّوْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَ کُلُّ خَلَائِقِ مِّنْ نُّوْرِیْ

ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ کے نور سے ہوں اور تمام مخلوق میرے نور سے ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نورِ مبارک سے جب تمام ارواح کو پیدا کیا گیا تو عشقِ الٰہی کا جوہرِ خاص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت سے ارواحِ انسانی کے حصے میں بھی آیا۔ جب اپنے حسن و

جمال کے اظہار کے لیے اللہ تعالیٰ نے تمام ارواح کو اپنے روبرو صف آرا فرمایا تو خود کو اسمِ اللہ ذات کی صورت میں ہی جلوہ گر فرمایا۔ تمام ارواح اللہ تعالیٰ کے حسنِ بے مثال و لامحدود کو دیکھ کر دنگ رہ گئیں اور حُسنِ مُطلق کی حمد اور ذکر میں محو ہو گئیں۔ یہی حمد اور ذکر اسمِ **اللہ** ذات کا نور اور دیدارِ الٰہی جملہ ارواح کا رزق بنا اور روہ اسی رزق پر پلنے لگیں۔ اظہارِ جمال کے بعد عہدِ الست لیا اور مزید شفقت و مہربانی یہ فرمائی کہ اس کے متعلق قرآن میں بیان بھی فرما دیا تاکہ مخلوق اپنے خالق سے اپنے وعدہ کو یاد کر کے توحید پر قائم رہے اور اس کی مکمل پہچان و معرفت حاصل کر لے۔ فرمایا:

◆ اَلَسۡتُ بِرَبِّکُمۡ (سورۃ الاعراف۔172)

ترجمہ: کیا میں تمہارا ربّ (پالنے والا) نہیں ہوں؟ (یعنی کیا تم میرے حسن و جمال کے جلووں، دیدار اور میرے ذکر پر پل نہیں رہے ہو؟)

اس وقت تمام ارواح کی آنکھیں نورِ اسمِ **اللہ** ذات سے منوّر اور مدہوش تھیں اور ہر کدورت و آلائش سے پاک تھیں اس لیے سب نے یک زبان ہو کر جواب دیا:

◆ قَالُوۡا بَلٰی (سورۃ الاعراف۔172)

ترجمہ: کہا، ہاں کیوں نہیں! (تُو ہی ہمارا پالنے والا ہے)۔

یعنی ہاں! اے ہمارے ربّ! ہم تیرے حسن و جمال کے جلووں، تیرے دیدار اور تیرے ذکر پر نہیں پل رہے ہیں تو اور کس پر پل رہے ہیں؟

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ اور دوسرے صوفیا کرام روح کی حقیقت ثابت کرتے ہوئے اس آیت کا حوالہ دیتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''کیا میں تمہارا ربّ نہیں ہوں؟'' تو سب ارواح نے بیک زبان جواب دیا ''ہاں یا اللہ! تُو ہی ہمارا ربّ ہے۔'' قابلِ غور بات یہ ہے کہ کسی بھی سوال کا جواب دینے کے لیے سننے، سوچنے، سمجھنے اور بولنے کے حواس کا ہونا ضروری ہے لہٰذا اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ روح میں یہ تمام حواس موجود ہیں اور اس کا ایک مکمل وجود ہے۔ قرآنِ پاک میں بارہا باطنی حواس کا ذکر ہے، فرمانِ حق تعالیٰ ہے:

✦ وَ لَقَدۡ ذَرَاۡنَا لِجَہَنَّمَ کَثِیۡرًا مِّنَ الۡجِنِّ وَ الۡاِنۡسِ ۫ۖ لَہُمۡ قُلُوۡبٌ لَّا یَفۡقَہُوۡنَ بِہَا ۫ وَ لَہُمۡ اَعۡیُنٌ لَّا یُبۡصِرُوۡنَ بِہَا ۫ وَ لَہُمۡ اٰذَانٌ لَّا یَسۡمَعُوۡنَ بِہَا ؕ اُولٰٓئِکَ کَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ ہُمۡ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡغٰفِلُوۡنَ (سورۃ الاعراف۔179)

ترجمہ: بے شک ہم نے کثرت سے ایسے جن اور انسان پیدا کیے ہیں جن کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ یہ اس لیے کہ ان کے پاس قلب (بمعنی روح) ہے لیکن یہ لوگ قلب کی تحقیق نہیں کرتے، ان کے پاس (روح کی) آنکھیں تو ہیں لیکن یہ اِن آنکھوں سے دیکھتے نہیں، (روح کے) کان تو ہیں لیکن یہ لوگ ان کانوں سے سنتے نہیں، یہ لوگ چوپائے حیوانوں کی مانند ہیں بلکہ ان سے بھی بڑھ کر گمراہ ہیں کہ یہ لوگ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

✦ صُمٌّۢ بُکۡمٌ عُمۡیٌ فَہُمۡ لَا یَرۡجِعُوۡنَ (سورۃ البقرہ۔18)

ترجمہ: (باطنی طور پر) گونگے، بہرے اور اندھے ہیں یہ ہرگز راہِ راست پر نہیں آئیں گے۔

ان آیاتِ کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان کی ظاہری بصارت، گویائی اور سماعت کے علاوہ بھی انسان کے پاس ایسے حواس موجود ہیں جن کا تعلق اس کے باطن یعنی روح سے ہے اور جن سے غافل رہنا انسان کو گمراہوں بلکہ حیوانوں میں شامل کر دیتا ہے۔ اقبالؒ نے اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:

دلِ بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور دل کا نور نہیں (بالِ جبریل)

اس سوال و جواب کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے عشق کی نہایت بھاری امانت اُٹھانے کی مشقت اپنی مخلوق پر ڈالنی چاہی اور فرمایا ''کون ہے جو میرے عشق کی امانت کا بار اُٹھائے گا؟ کون میرا عاشق بنتا ہے؟'' ارواحِ انسانی کے سوا سب مخلوقات کی ارواح نے اس بارِ امانت کو اُٹھانے سے اپنی عاجزی ظاہر کر دی کیونکہ عشقِ الٰہی کی امانت کوئی معمولی امانت نہیں ہے، اس میں تو جان سے جانا

پڑتا ہے۔صرف انسان ہی تھا جو عشقِ الٰہی کی آگ میں کود گیا۔اس واقعہ کو قرآنِ مجید میں یوں بیان فرمایا گیا ہے:

◆ اِنَّا عَرَضۡنَا الۡاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ الۡجِبَالِ فَاَبَیۡنَ اَنۡ یَّحۡمِلۡنَہَا وَ اَشۡفَقۡنَ مِنۡہَا وَ حَمَلَہَا الۡاِنۡسَانُ ؕ اِنَّہٗ کَانَ ظَلُوۡمًا جَہُوۡلًا ۞ (سورۃ الاحزاب۔72)

ترجمہ: ہم نے بارِامانت کو آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا۔سب نے اس کے اُٹھانے سے عاجزی ظاہر کی لیکن انسان نے اسے اُٹھالیا۔بے شک وہ (اپنے نفس کے لیے) ظالم اور نادان ہے۔

صوفیا کرامؒ فرماتے ہیں کہ یہ امانت اسمِ اللہ ذات ہے۔

جس طرح عالمِ خلق میں کسی بھی چیز کو پہچاننے کے لیے دو نوروں کی ضرورت ہوتی ہے ایک آنکھ کا نور یعنی بینائی اور دوسری روشنی، اگر ان دونوں میں سے ایک ختم ہو جائے تو انسان کسی چیز کو نہیں پہچان سکتا، اندھا ہو جائے یا گھپ اندھیرا ہو دونوں صورتوں میں پہچان حاصل نہیں ہو سکتی۔اسی طرح عالمِ ارواح میں دو نور موجود تھے، ایک نور روح کی آنکھ کا جو پہلے ثابت کیا گیا ہے اور دوسرا نور اللہ تبارک وتعالیٰ کے اسم اللہ کا نور ہے جس کے بارے میں ارشاد ہے:

◆ اَللّٰہُ نُوۡرُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ (سورۃ النور۔35)

ترجمہ: اللہ (اسمِ اللہ ذات) نور ہے آسمانوں اور زمین کا۔

◆ اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ۙ یُخۡرِجُہُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ (سورۃ البقرہ۔257)

ترجمہ: اللہ (اسمِ اللہ ذات) مومنوں کا دوست ہے جو انہیں ظلمت سے نکال کر نور کی طرف لے جاتا ہے۔

یعنی انسان نے اللہ تبارک وتعالیٰ کے اسم اللہ کے نور میں اس کا دیدار کیا تھا اور یہی نور بطورِ امانت انسان کے باطن میں پاک پردوں میں لپیٹ کر رکھ دیا گیا جس کے بارے میں قرآنِ پاک اور احادیثِ مبارکہ میں بار بار توجہ دلائی گئی ہے:

◆ اَوَلَمۡ یَتَفَکَّرُوۡا فِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ (سورۃ الروم۔8)

ترجمہ: کیا وہ اپنے اندر فکر نہیں کرتے۔

✦ وَفِیْٓ اَنْفُسِکُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ○ (سورۃ الذّٰریٰت۔21)

ترجمہ: اور میں تمہارے اندر موجود ہوں کیا تم غور سے نہیں دیکھتے۔

✦ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ (سورۃ ق۔16)

ترجمہ: اور ہم تو شہ رگ سے بھی قریب ہیں۔

✦ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الْاِیْمَانَ (سورۃ المجادلہ۔22)

ترجمہ: ان کے قلوب (باطن) میں ایمان لکھا۔

❂ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَلَا یَنْظُرُ اِلٰی اَعْمَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَنِیَّاتِکُمْ (مسلم)

ترجمہ: بیشک اللہ نہ تمہاری صورتوں کو دیکھتا ہے اور نہ تمہارے اعمال کو بلکہ وہ تمہاری نیتوں اور قلوب کو دیکھتا ہے۔

❂ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ (بخاری 6953)

ترجمہ: عملوں کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

❂ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ عَرْشُ اللّٰہِ تَعَالٰی (الحدیث)

ترجمہ: مومن کا قلب اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔

ایسی بے شمار آیات واحادیث موجود ہیں جن میں قلب و باطن کی طرف بندہ کی توجہ دلائی گئی ہے۔ اسی قلب و باطن میں ایمان ٹھہرایا گیا ہے، یہی تخیل وتصور کا مرکز ہے اور شیطان لعین بھی اسی میں وسوسے ڈالتا ہے۔

✦ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ (سورۃ الناس۔5)

ترجمہ: وہ لوگوں کے سینوں میں وسوسے ڈالتا ہے۔

المختصر جب انسان نے اللہ تعالیٰ کے روبروسرِ محفل اس کے عشق کا دم بھر لیا تو اللہ تعالیٰ نے ہجر و فراق

کی بھٹی میں ڈال کر اس کے جذبہءعشق کی صداقت کو پرکھنا چاہا اور انسان کو عنصری جسم دے کر اِس دنیا کے دارالامتحان میں لا کھڑا کیا۔ اسے اَحۡسَنِ تَقۡوِیۡم اَسۡفَلَ سٰفِلِیۡنَ میں اُتارا اور اس کی فطرتِ نورانی میں نارِ شیطانی، خواہشاتِ نفسانی اور کدورت و آلائشِ دنیا فانی ملادی۔ ارواح کی طاقتِ ایفا، اخلاصِ وعدہَ بَلٰی اور قوتِ اقرارِ عبودیت کی پوری پوری پرکھ اور آزمائش کرنے کے لیے ان ارواح کو بہشتِ قرب ووصال اور جنتِ حضور سے نکال کر نفس اور شیطان کے ہاتھوں میں اس کی ڈوریں دے دیں اور اسے دنیا کے کمرہَ امتحان میں لا کھڑا کیا۔ حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کُنۡ فَیَکُوۡن جدوں فرمایا، اَساں وِی کولے ہاسے ھُو
ہِکے ذات ربّ دِی آہی، ہِکے جگ وِچ ڈھنڈیاسے ھُو
ہِکے لامکان مکان اساڈا، ہِکے آن بُتاں وِچ پھاسے ھُو
نفس پلیت پلیتی کیتی باھُوؒ، کوئی اصل پلیت تاں ناسے ھُو

مفہوم: جب اللہ تعالیٰ نے ''کن'' کہہ کر کائنات کو تخلیق فرمایا تو ہم بھی ساتھ ہی موجود تھے۔ ایک وہ وقت تھا کہ جب اللہ تعالیٰ کی ذات ہمارے سامنے موجود تھی اور ایک یہ وقت ہے کہ ہم لباسِ بشر میں قید اُس ذات کو ڈھونڈتے پھر رہے ہیں۔ ایک وقت تھا کہ ''لامکاں'' میں ہمارا بسیرا تھا اور اب عنصری اجسام میں قید ہیں۔ ہماری ارواح کو نفس نے آلودہ اور ناپاک کر دیا ہے ورنہ ہم اصل میں تو ایسے نہیں ہیں۔

انسان جب دنیا کے دارالامتحان میں اُترا تو اسے بالکل نئے اور اجنبی ماحول کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کی اصل پر ایک پردہ ڈال دیا ہے جو اسے محفوظ رکھتا ہے اور اس کی پہچان کا ذریعہ بھی ہے۔ اس پردے کو اس چیز کا ظاہر اور اس کی اصل کو اس چیز کا باطن کہا جاتا ہے۔ مثلاً بادام کو لے لیجیے، اس کی اصل (یعنی مغز) پر ایک سخت غلاف چڑھا دیا گیا جو اس کا ظاہر ہے۔ یہ ظاہر اس کی حفاظت بھی کرتا ہے اور اس کی پہچان کا ذریعہ بھی ہے۔ اسی طرح مالٹے اور کیلے کی

اصل پر ایک غلاف چڑھا ہوا ہے جس کا مادہ (material) اس کی اصل کے مادہ سے مختلف ہے۔ یہ غلاف ان کی اصل کی حفاظت اور پہچان کا ذریعہ ہے۔ اگر دنیاوی زندگی میں چیزوں کی اصل پر یہ حفاظتی پردے نہ ہوں تو چیزیں ضائع و برباد ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح انسانی روح سے بھی یہی معاملہ کیا گیا ہے کہ اسے دنیا کے مادی سفلی جہان کا مادی عنصری سفلی جسم دے دیا گیا ہے جو اس کے لطیف روحانی جسم کے لیے بمنزلہ پوست، چھلکے یا ''لباس'' کے ہے اور اس مادی دنیا میں اس کے رہنے سہنے، چلنے پھرنے اور کام کرنے کے لیے سواری کا کام دیتا ہے اور اس سواری کی باگ ڈور انسان کے لطیف روحانی جسم کے حوالے کر دی گئی ہے۔ ساتھ ہی اس پر تین شکاری (نفس، شیطان اور دنیا) چھوڑ دیئے گئے ہیں جو اس کو گھیر کر اس سے اللہ تعالیٰ کی امانت ضائع کرانے کے در پے ہیں۔ اگر انسان اپنی سواری (ظاہری عنصری حیوانی جسم) کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں رکھ کر اسے قابو میں رکھتا ہے تو بلاشبہ صراطِ مستقیم پر رہے گا اور اپنے مقصدِ حیات کو پالے گا۔ اس کے برعکس اگر شیطان، نفس اور دنیا جیسے دشمنوں نے اس پر غلبہ پا کر سواری کی باگ ڈور اس سے چھین لی تو وہ اس امتحان میں یقیناً ناکام ہو جائے گا اور ہمیشہ کی ذلت سے دوچار ہوگا۔

شیخ اکبر محی الدین ابنِ عربی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- انسان کا ظاہر اس کی صورت اور جسد (جسم) ہے اور انسان کا باطن اس کی روح ہے۔ جسد اور ہے اور روح اور ہے۔ حالانکہ متکلّم انسان واحد ہے۔۔۔۔۔ انسان کے جسد کی پرورش کی جائے اور شجرۂ روح کو پانی نہ ملے تو روح کا پودا خشک ہو جائے گا اور جسم کا درخت تازہ اور فربہ ہو جائے گا۔ صفاتِ حیوانیت غالب آجائیں گی اور صفاتِ روح مغلوب ہو جائیں گی۔ اسی طرح جب روح کی پرورش (ذکر و تصور اسمِ اللہ ذات سے) کی جاتی ہے تو صفاتِ روح صفاتِ بشریت پر غالب آجاتی ہیں۔ (شرح فصوص الحکم والایقان)
- دینِ قیّم دراصل روح کے جسم پر غالب آنے کا نام ہے۔ (ایضاً)

گویا اس دنیا میں انسان دو جسموں کا مجموعہ ہے، ایک مادی عنصری جسم ہے جس کی پیدائش انسانی

نطفے سے ہے اور یہ عالمِ خلق کی چیز ہے۔ دوسرا لطیف رُوحانی جسم ہے جسے روح کہا گیا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے عالمِ امر کی چیز ہے۔ ہر دو جسموں کا میلان اور رجحان اپنی اصل کی طرف رہتا ہے جیسا کہ فرمایا گیا ہے:

كُلُّ شَيْءٍ يَرْجِعُ اِلٰى اَصْلِهٖ (حدیث)

ترجمہ: ہر چیز اپنی اصل کی طرف رجوع کرتی ہے۔

مادی حیوانی جسم کی بناوٹ و ترکیب چونکہ مادی دنیا کی اشیا اور مادی عناصر (ٹھوس، مائع، گیس) سے ہے اس لیے اس کا میلان و رجحان دنیا اور مادی غذاؤں کی طرف رہتا ہے جو کہ عام حیوانات کا خاصہ ہے۔ ان سب مادی سفلی غذا کھانے والوں کو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں دَآبَّةٍ کہہ کر پکارا ہے اور اس حیوانی جسم کے رزق کے متعلق فرمایا ہے:

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا (سورۃ ھود۔6)

ترجمہ: اور نہیں ہے زمین میں کوئی حیوان مگر اس کا رزق اللہ کے ذمہ ہے۔

حیوانی جسم کا یہ رزق اللہ تعالیٰ نے ازل سے ہی مقرر فرما دیا ہے اور عام حالات میں اس میں کمی بیشی نہیں ہوتی چاہے اس کے لیے جتنی بھی کوشش اور جتن کر لیے جائیں، جتنے بھی مکر و فریب اور حیلے کر لیے جائیں یہ رزق نہیں بڑھتا۔ البتہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں بے ریا خرچ کرنے سے یہ روزی دس گنا سے ستر گنا تک بڑھا دی جاتی ہے۔ اس روزی کی ترسیل کا انتظام بھی مکمل ہے۔ فرمایا گیا ہے کہ یہ رزق بندے کو اس طرح تلاش کر کے پہنچتا ہے جس طرح کہ موت۔ جب تک بندہ اپنے حصے کی روزی اس دنیا میں وصول نہیں کر لیتا اسے موت نہیں آتی۔ اللہ تعالیٰ نے اس روزی کی ترسیل کے دو راستے رکھے ہیں۔ ایک راستہ توکل کا ہے اور دوسرا راستہ مشقت کا ہے۔ جو شخص روزی کے بکھیڑوں اور تفکرات سے منہ موڑ کر اللہ تعالیٰ کی طلب اور جستجو میں یہ سوچ کر لگ جاتا ہے کہ روزی تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے وہ جیسے اور جس طرح چاہے گا پہنچاتا رہے گا، مجھے اس کے لیے سرگردانی کی ضرورت نہیں ہے تو ایسا شخص متوکل ہے۔ لیکن جس شخص کا ایمان کمزور ہے وہ اللہ پر

بھروسا اور توکل نہیں کرتا اور اس کی نظر مسبب کی بجائے اسباب پر لگی رہتی ہے۔ ایسے شخص کے لیے فرمانِ حق تعالیٰ ہے:

◆ وَكَاَيِّنۡ مِّنۡ دَآبَّةٍ لَّا تَحۡمِلُ رِزۡقَهَا ۖ اللّٰهُ يَرۡزُقُهَا وَاِيَّاكُمۡ (سورۃ العنکبوت۔60)

ترجمہ: اور غور کرو کہ جانور اپنی روزی اپنے ساتھ ساتھ اُٹھائے نہیں پھرتے۔ اللہ انہیں روزی دیتا ہے اور تمہیں بھی دینے والا ہے (یعنی تم اللہ پر توکل کیوں نہیں کرتے؟)

جو شخص مشقت کی راہ سے روزی وصول کرتا ہے اس کے لیے مشقت کی کروڑوں قسمیں پیدا کر دی گئی ہیں۔ جس قسم کی مشقت کی طرف رجوع کرے گا اسی طرف سے روزی بھیج دی جائے گی۔ کھیتی باڑی کرے، ملازمت کرے، تجارت کرے یا دستی مزدوری کرے اسے ہر قسم کے انتخاب کی آزادی ہے۔ پھر مشقت کے بھی دو راستے ہیں، ایک حرام کا راستہ اور دوسرا حلال کا۔ اگر حلال کی طرف رجوع کرے گا تو حلال کے تمام ذرائع و اسباب اسے مہیا کر دیئے جائیں گے اور اگر حرام کی طرف رجوع کرے گا تو حرام کے تمام ذرائع اور اسباب اسے مہیا کر دیئے جائیں گے، اس طرح اس کی اپنی پسند کے ذرائع سے اسے روزی پہنچا دی جاتی ہے۔ مشقت کی راہ بہر حال اچھی نہیں ہے کہ اس میں خطرہ ہی خطرہ ہے۔ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

❖ رزقِ حلال پر حساب ہے اور رزقِ حرام پر عذاب ہے۔ (عین الفقر)

حالانکہ انسان کو اس کے حیوانی جسم کی روزی سے بے غم کر دیا گیا ہے لیکن افسوس کہ انسان اتنا بد عقیدہ ہو گیا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی اتنی بڑی ضمانت پر بھی اعتماد نہیں ہے اور رات دن اپنے زورِ بازو کے سہارے اپنے مقدر کیے ہوئے رزق میں اضافہ کرنے پر تلا رہتا ہے جو قطعاً ناممکن ہے۔

دوسری طرف انسان کا لطیف روحانی جسم چونکہ اللہ تعالیٰ کے عالمِ اَمر کی چیز ہے اس لیے اس کا طبعی میلان اور رجحان اللہ تعالیٰ کی محبت، معرفت، قرب اور وصال کی طرف رہتا ہے۔ اس

کی روزی (رزق) ذکر و تصورِ اسمِ اللہ ذات ہے جس کی طرف قرآن و حدیث میں بار بار توجہ دلائی گئی ہے۔ صرف قیل و قال، ظاہری تقلید اور ظاہری اشغال سے نہ اللہ تعالیٰ کی پہچان ہو سکتی ہے اور نہ ہی ظاہری کتابی علم سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوت و رسالت اور انکی مخصوص روحانی قوت یا معجزات کا پتہ لگ سکتا ہے، نہ ہی وحی اور معراج کی کنہ اور حقیقت معلوم ہو سکتی ہے۔ اسی لیے تو ظاہری علما دنیا میں دیدارِ الٰہی، نبیؐ کے علمِ غیب، معراج اور معجزات کی حقیقت اور دیگر مسائل کے بارے میں تمام عمر جھگڑتے رہتے ہیں۔ ان تمام حقائق اور باطنی رموز سے پردہ اُٹھانے کے لیے سب سے بہترین اور آسان راستہ ذکر و تصور اسم اللہ ذات ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قرب، مشاہدہ، وصالِ الٰہی اور دیدار کا راستہ بغیر ذکر و تصورِ اسمِ اللہ ذات ہرگز نہیں کھلتا۔ اسم اللہ ذات ہی تزکیۂ نفس، تصفیۂ قلب اور حیاتِ روح کا باعث ہے۔

ذکر اسمِ اللّٰہ ذات

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

- اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (سورۃ الرعد۔28)

ترجمہ: بیشک ذکرِ اللہ (ذکر اسم اللہ ذات) سے ہی قلب (روح) کو اطمینان اور سکون حاصل ہوتا ہے۔

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ ذکر اسم اللہ ذات روح کا رزق ہے۔ جس طرح جسم کو غذا مل جائے تو اسے سکون آجاتا ہے اسی طرح روح کو ذکر اسمِ اللہ ذات کا نور مل جائے تو اسے سکون حاصل ہو جاتا ہے۔ اسی لیے کوئی بھی عبادت فرض کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے مومنین پر ذکرِ اللہ فرض کیا تاکہ وہ بیدار روح کے ساتھ دیگر فرض عبادات ادا کریں حتیٰ کہ پہلی وحی میں بھی اسمِ اللہ کے ذکر کا حکم ہے:

- اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝ (سورۃ العلق۔01)

ترجمہ: پڑھ اپنے ربّ کے نام (اسمِ اللہ) سے جس نے خلق کو پیدا کیا۔

اسمِ اللہ کا ذکر ہی انسان کی فلاح، ہدایت اور مغفرت کا ذریعہ ہے۔

- وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ O (سورۃ الجمعہ۔10)

ترجمہ: اور کثرت سے اسمِ اللہ کا ذکر کیا کرو تا کہ تم فلاح پا جاؤ۔

- يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا O (سورۃ الاحزاب۔41)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کا ذکر کرو اور کثرت کے ساتھ ذکر کرو۔

- وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا O (سورۃ الاحزاب۔35)

ترجمہ: کثرت سے اسمِ اللہ کا ذکر کرنے والے مردوں اور عورتوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے بڑی مغفرت اور اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے۔

- فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ O (سورۃ البقرہ۔152)

ترجمہ: تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا اور تم میرا شکر کرو اور میری ناشکری نہ کرو۔

- وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ O (سورۃ آلِ عمران۔101)

ترجمہ: اور جو کوئی اللہ (یعنی اسمِ اللہ ذات) کو مضبوطی سے پکڑ لیتا ہے پس تحقیق وہ صراطِ مستقیم پر ہدایت پا جاتا ہے۔

- حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى (سورۃ البقرہ۔238)

ترجمہ: اپنی نمازوں (یعنی پنجگانہ نمازوں) کی حفاظت کرو اور خاص طور پر وسطی نماز (قلبی ذکرِ اللہ) کی۔

اسمِ اللہ کا ذکر ایسا عمل ہے جو انسان کے دل میں نورِ ایمان پیدا کرتا ہے۔ اس لیے ذکرِ اللہ سے غافل انسان کو گمراہ قرار دیا گیا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

- اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ

قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○ (سورۃ الزمر۔22)

ترجمہ: جس شخص کا سینہ اللہ (اسمِ اللہ ذات کے ذکر) نے اسلام کے لیے کھول دیا وہ شخص اپنے ربّ کی طرف سے نور اور روشنی میں آ گیا۔ (اس کے برعکس) ہلاکت و بربادی ہے اس شخص کے لیے جس کا دل اتنا سخت ہے کہ ذکرِ اللہ میں نہیں لگتا۔ وہ صریح گمراہی میں پڑا ہوا ہے۔

ذکرِ اللہ سے غافل انسان کو گمراہ اس لیے قرار دیا گیا ہے کیونکہ وہ شیطان کی پیروی کرتا ہے اس لیے کہ شیطان ہی ہے جو ذکرِ اللہ سے روکتا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

◆ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَ الْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ (سورۃ المائدہ۔91)

ترجمہ: بے شک شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب و جوئے کے ذریعہ تم کو ایک دوسرے کا دشمن بنائے اور تمہارے دِلوں میں ایک دوسرے کے خلاف بغض پیدا کر دے اور تمہیں ذکرِ اسمِ اللہ اور نماز سے روکے۔

ذکرِ اللہ سے غافل انسان کو خسارے کی وعید سنائی گئی ہے اور اس شخص کی پیروی سے منع کیا گیا ہے بلکہ اس سے کنارہ کشی کا بھی حکم دیا گیا ہے:

◆ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (سورۃ المنافقون۔9)

ترجمہ: اے ایمان والو! تمہارے مال اور اولادیں تم کو ذکرِ اللہ سے غافل نہ کر دیں، جو لوگ ایسا کریں وہی خسارہ پانے والے ہیں۔

◆ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا○

(سورۃ الکہف۔28)

ترجمہ: اور اس کا کہا ہرگز نہ مانیں جس کے دِل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے وہ تو خواہشاتِ نفس کا غلام ہے اور اس کا کام ہی حدیں پھلانگنا ہے۔

فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى ۙ عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۙ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى ۝

(سورۃ النجم 30-29)

ترجمہ: پس آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اس شخص سے کنارہ کشی اختیار فرمالیں جس نے ہمارے ذکر سے روگردانی کی اور محض دنیا کی زندگی کو ہی اپنا مقصود بنایا۔ یہی اس نادان کے علم کی پہنچ ہے لیکن آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا ربّ راستہ بھٹکنے والوں اور سیدھا راستہ چلنے والوں کو خوب جانتا ہے۔

احادیثِ مبارکہ میں ذکرِ اللہ کو سب سے افضل عمل قرار دیا گیا ہے۔

- حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے دریافت کیا گیا ''کون سا بندہ اللہ کے نزدیک قیامت کے دن افضل اور بلند مرتبہ ہوگا؟'' حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ''ذکرِ اللہ کثرت سے کرنے والے مرد اور عورتیں۔'' عرض کیا گیا ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! کیا ان کا درجہ اس شخص سے بھی بڑھا ہوا ہے جو راہِ خدا میں جہاد کرے؟'' حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ''ہاں! اگر کوئی اپنی تلوار کفار و مشرکین پر چلائے یہاں تک کہ اُس کی تلوار ٹوٹ جائے اور وہ خود خون سے رنگین ہو جائے پھر بھی ذکرِ اللہ کرنے والا اس سے مرتبہ میں افضل ہے۔'' (احمد، ترمذی 3376)
- ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا ''کیا میں تم کو ایک ایسی چیز نہ بتاؤں جو تمام اعمال میں بہترین ہے اور تمہارے مالک کے نزدیک سب سے زیادہ پاکیزہ اور افضل ہے اور تمہارے درجوں کو بلند کرنے والی اور سونے چاندی کو (اللہ تعالیٰ کے راستے میں) خرچ کرنے سے بھی زیادہ بہتر اور اس بات سے بھی کہ جہاد میں تم دشمنوں کو قتل کرو اور وہ تم کو قتل کریں۔'' صحابہؓ نے عرض کی ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! ضرور ارشاد فرمائیں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اللہ کا ذکر۔'' (ترمذی 3377)
- حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہٗ سے کسی نے پوچھا کہ مرتبے میں سب سے بڑا عمل کیا

ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا ''کیا تم نے قرآن شریف نہیں پڑھا؟ اللہ فرماتا ہے وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ[1] (کوئی بھی چیز ذکرِ اللہ سے افضل نہیں)۔''

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ''جو شخص ذِکرِ اللہ کرتا ہے اور جو شخص نہیں کرتا اس کی مثال (بالترتیب) زندہ اور مردہ کی سی ہے۔'' (مسلم، بخاری 6407)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

اَلْاَنْفَاسُ مَعْدُوْدَةٌ وَكُلُّ نَفَسٍ يَخْرُجُ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَهُوَ مَيِّتٌ

ترجمہ: سانس گنتی کے ہیں اور جو سانس ذکرِ اللہ کے بغیر نکلے وہ مردہ ہے۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

جو دَم غافل سو دَم کافر، سانوں مُرشد ایہہ پڑھایا ھُو
سُنیا سُخن گیاں کُھل اکھیں، اساں چِت مولا وَل لایا ھُو
کیتی جان حوالے ربّ دے، اساں ایسا عشق کمایا ھُو
مرن توں اَگے مر گئے باھُوؒ، تاں مطلب نوں پایا ھُو

مفہوم: ہمیں مرشد نے یہ سبق پڑھایا ہے کہ جو سانس بھی اسمِ اللہ ذات کے تصور اور ذکر کے بغیر نکلتا ہے وہ کافر ہے۔ جب سے ہم نے یہ ارشاد سنا ہے اپنا دل اس طرف ہی لگا لیا ہے۔ ہم نے عشق کا ایسا سودا کیا ہے کہ اپنی جان اور زندگی کا ہر لحہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے سپرد کر دیا ہے اور اپنی مرضی ومنشا سے دستبردار ہو گئے ہیں۔ وصالِ الٰہی تو اُن کو نصیب ہوتا ہے جو مرنے سے پہلے مر جاتے ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

---

[1] سورۃ العنکبوت۔45

طَلَبُ الْخَيْرِ طَلَبُ اللّٰهِ وَ ذِكْرُ الْخَيْرِ ذِكْرُ اللّٰه

ترجمہ: بہترین طلب اللہ تعالیٰ کی طلب ہے اور بہترین ذکر اللہ (یعنی اسمِ اللہ ذات) کا ذکر ہے۔

اس لیے ذکرِ اللّٰہ کی تاکید اللہ تعالیٰ نے بار بار فرمائی ہے۔

قلبی ذکرِ اللّٰہ کی اس دائمی نماز کی غرض و غایت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بیان فرمائی ہے کہ:

لِكُلِّ شَيْءٍ مُصْقِلَةٌ وَ مُصْقِلَةُ الْقَلْبِ ذِكْرُ اللّٰهِ تَعَالٰى

ترجمہ: ہر چیز کے لیے صیقل (صفائی کرنے والی چیز) ہے اور دِل کی صیقل اسمِ اللّٰہ کا ذکر ہے۔

گویا دل کی صفائی اور پاکیزگی کے لیے ذکرِ اللّٰہ کو فرض کیا گیا ہے کیونکہ دل ہی وہ آئینہ ہے جس میں دیدارِ الٰہی کے جلوے ہویدا ہوتے ہیں۔ لہٰذا ہمیں ہر وقت ذکر و تصور اسمِ اللّٰہ ذات میں مشغول رہ کر اپنے دِلوں کو روشن رکھنے کی ضرورت ہے تاکہ قَالُوْا بَلٰی کا وعدہ ایفا ہو سکے۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ اس حدیثِ مبارکہ کی شرح میں فرماتے ہیں:

دل کر صیقل شیشے وانگوں باھُوؒ، دور تھیون گُل پردے ھُو

مفہوم: اپنے دِل کو ذکر و تصور اسمِ اللّٰہ ذات سے آئینہ کی طرح پاک و صاف کر لے تو تیرے تمام حجابات دور ہو جائیں گے کیونکہ دل کا آئینہ جتنا صاف ہوتا ہے اس میں محبوب (اللہ) کا عکس اتنا ہی واضح نظر آتا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:

مَا صَدَقَةٌ اَفْضَلُ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى

ترجمہ: کوئی صدقہ ذکرِ اللّٰہ سے افضل نہیں۔

عَلَامَةُ حُبِّ اللّٰهِ ذِكْرُهٗ وَ عَلَامَةُ بُغْضِ اللّٰهِ عَدَمُ ذِكْرِهٖ

ترجمہ: اللہ سے محبت کی علامت ذکرِ اللّٰہ ہے اور اللہ سے بغض کی علامت عدم ذکرِ اللّٰہ ہے۔

اَفْضَلُ الذِّكْرِ ذِكْرُ اللّٰهِ تَعَالٰى

ترجمہ: سب سے بہتر ذکر اللّٰہ کا ذکر ہے۔

احادیثِ قدسی ہیں:

- اِذَا رَأَیْتَ عَبْدِیْ لَا یَذْکُرُنِیْ فَاَنَا اَحْجَبَهٗ عَنْ ذٰلِكَ

ترجمہ: جب تُو دیکھے کہ میرا بندہ میرے ذکر سے غافل ہوگیا ہے تو میں اسے محجوب کر دیتا ہوں۔

- اَنَا مَعَ عَبْدِیْ اِذَا ذَکَرَنِیْ وَ تَحَرَّکَتْ بِیْ شَفَتَاهُ (مشکوٰۃ 2285)

ترجمہ: میں اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ اپنے ہونٹوں سے میرا ذکر کرتا ہے۔

- اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ وَ اَنَا مَعَهٗ اِذَا ذَکَرَنِیْ فَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ نَفْسِهٖ ذَکَرْتُهٗ فِیْ نَفْسِیْ وَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ مَلَاءٍ ذَکَرْتُهٗ فِیْ مَلَاءٍ خَیْرٌ مِّنْهُمْ (بخاری شریف 7405)

ترجمہ: میں اپنے بندے کے ساتھ اس کے گمان کے مطابق پیش آتا ہوں، جب وہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ جب وہ میرا ذکر اپنے دل میں کرتا ہے تو میں بھی اسے اپنے دل میں یاد کرتا ہوں۔ جب وہ کسی مجلس میں میرا ذکر کرتا ہے تو میں اسے اس سے بہتر فرشتوں کی مجلس میں یاد کرتا ہوں۔

مندرجہ بالا آیات، احادیثِ قدسی اور احادیثِ مبارکہ سے یہ بات تو ثابت ہوگئی کہ ذکرِ اللہ سے بڑھ کر کوئی عبادت افضل نہیں ہے لیکن وہ کون سا ذکر ہے جس سے انسان کو اپنی پہچان نصیب ہوتی ہے اور اپنی پہچان کے نصیب ہوتے ہی اللہ تعالیٰ کی پہچان نصیب ہو جاتی ہے جیسا کہ حدیث پاک ہے:

- مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ

ترجمہ: جس نے اپنے نفس کو یعنی خود کو پہچان لیا اس نے درحقیقت اپنے ربّ کو پہچان لیا۔

ایک ذکرِ نفسی (لسانی) ہے جو زبان سے کیا جاتا ہے، اس میں تلاوتِ کلامِ پاک، کلمہ پاک، درود پاک اور وہ تمام اذکار شامل ہیں جو زبان سے کیے جاتے ہیں۔ زبانی ذکر سے درجات اور ثواب تو حاصل ہوتا ہے لیکن قلب یا باطن کے قفل کو کھولنے والا ذکر، ذکرِ پاس انفاس (سانسوں سے اسم اللہ ذات کا ذکر) ہے جسے ذکرِ خفی اور سلطان الاذکار کہا جاتا ہے۔ انسانی وجود میں 'سانس' ہی وہ شے ہے

جو روح سے براہِ راست جڑی ہوئی ہے۔ جیسے ہی روح انسانی وجود میں داخل ہوتی ہے سانس چلنے لگتی ہے اور جیسے ہی روح جسم سے نکل جاتی ہے سانس رُک جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سانسوں سے کیا جانے والا ذکرِ اللہ روح کو براہِ راست قوت اور نورِ بصیرت عطا کرتا ہے جس سے وہ اللہ کا قرب اور دیدار حاصل کرتی ہے۔ صرف اسی طریقہ سے ذکر اپنے حقیقی مقام یعنی روح پر مرکوز ہو کر اسے بیدار کرتا ہے۔ کوئی دوسرا ذکر نہ روح کو بیدار کرتا ہے نہ اسے قوت و نور مہیا کرتا ہے لہٰذا ذاکر اپنے حقیقی مقصد یعنی قرب و دیدارِ حق تعالیٰ کو پانے میں ناکام رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن پاک میں سانسوں کے ساتھ ذکر کا حکم فرمایا ہے:

◆ وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِيْفَةً وَّ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ وَ لَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ O (سورۃ الاعراف۔205)

ترجمہ: اور صبح و شام ذکر کرو اپنے ربّ کا، سانسوں کے ذریعہ، بغیر آواز نکالے خوف اور عاجزی کے ساتھ اور غافلین میں سے مت بنو۔

◆ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ O (سورۃ الاعراف۔55)

ترجمہ: اپنے ربّ کا ذکر کرو عاجزی سے اور خفیہ طریقے سے، بے شک حد سے بڑھنے والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا۔

خفیہ طریقے سے ذکر کرنے سے مراد سانسوں کے ساتھ بغیر آواز نکالے ذکرِ خفی کرنا ہے۔

نماز اسلام کا دوسرا رکن ہے اور تمام مسلمانوں پر فرض ہے لیکن ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے ''حضوریٔ قلب کے بغیر نماز نہیں ہوتی'' اور ''نماز مومن کی معراج ہے۔'' نماز کا ظاہر الفاظ کا مجموعہ ہے جسے مخصوص آداب کے ساتھ پڑھا جاتا ہے لیکن نماز کا باطن دیدارِ الٰہی اور قربِ الٰہی ہے جس کے حصول کے بعد ہی ایک مسلمان 'مومن' اور اس کی نماز معراج بنتی ہے اور یہ مرتبہ صرف ذکرِ خفی سے حاصل ہوتا ہے۔ نماز بھی ذکر ہی کی ایک قسم ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

◆ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ O (سورۃ طٰہٰ۔14)

ترجمہ: اور میرے ذکر کے لیے نماز قائم کرو۔

نماز پر ہی اکتفا نہیں کرنا بلکہ ہر لمحہ ذکرِ **اللہ** کرتے رہنا ہے:

◆ فَاِذَا قَضَیْتُمُ الصَّلٰوۃَ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِکُمْ (سورۃ النساء۔103)

ترجمہ: پھر جب تم نماز ادا کر چکو تو کھڑے، بیٹھے اور کروٹوں کے بل لیٹے ذکرِ **اللہ** کرو۔

اس آیت مبارکہ میں کروٹوں کے بَل لیٹنے سے مراد سونا ہے یعنی سوتے ہوئے بھی ذکرِ **اللہ** کرنا ہے اور سوتے ہوئے صرف ذکرِ پاس انفاس (ذکرِ خفی) ہی ہو سکتا ہے کیونکہ سانس کسی لمحہ بھی بند نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے جب بھی کوئی عبادت فرض کی تو اس کی ایک معلوم حد متعین کر دی لیکن اس ذکر کی کوئی حد نہیں یعنی کھڑے، بیٹھے، لیٹے، دِن، رات، خشکی و تری، سفر و حضر، غنا و فقر، صحت و بیماری، پوشیدہ اور اعلانیہ طور پر اللہ کے نام کا ذکر ضروری ہے۔

ذکر کس طرح کرنا ہے اس کا بھی اعلان فرما دیا:

◆ وَاذْکُرْ رَّبَّکَ اِذَا نَسِیْتَ (سورۃ الکہف۔24)

ترجمہ: اپنے ربّ کا ذکر (اس قدر محویت سے) کرو کہ خود کو بھی فراموش کر دو۔

یعنی اتنی محویت سے ذکر کرنا ہے کہ اپنی بھی خبر نہ رہے۔

کس کا ذکر کرنا ہے اس کا بھی اعلان فرما دیا:

◆ وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلًاO (سورۃ مزمل۔8)

ترجمہ: اور اپنے ربّ کے نام (اسمِ اللہ) کا ذکر کرو اور سب سے الگ ہو کر اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔

◆ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلَیO (سورۃ الاعلیٰ۔1)

ترجمہ: اپنے ربّ کے نام (اسمِ اللہ) کی تسبیح بیان کرو جو سب سے اعلیٰ ہے۔

◆ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّکَ الْعَظِیْمِO (سورۃ حاقہ۔52، سورۃ واقعہ۔74 اور 96)

ترجمہ: اپنے ربِّ عظیم کے نام (اسمِ اللہ) کی تسبیح بیان کرو۔

حضرت سخی سلطان باھُوؒ اسمِ اللہ ذات کی شان اور اس کے ذکر کے فوائد وثمرات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

❖ بندے اور مولیٰ کے درمیان وسیلہ اسمِ اللہ ہے۔تمام اولیا، غوث، قطب اور اہلِ اللہ کو ذکر، فکر، الہام مذکور، استغراقِ توحید، مراقبہ اور کشف وکرامات کے سب مراتب اسمِ اللہ کی برکت سے حاصل ہوتے ہیں۔ ذکرِ اسمِ اللہ سے اس قدر علمِ لدنّی کھلتا ہے کہ کوئی دوسرا علم پڑھنے کی حاجت نہیں رہتی۔

❖ ہر کرا باسم اللہ شد قرار
ہر چہ باشد غیر اللہ زان فرار

ترجمہ: جسے اسمِ اللہ ذات کے ساتھ قرار نصیب ہو جاتا ہے وہ ہر غیر اللہ سے چھٹکارا حاصل کر لیتا ہے۔ (عین الفقر)

❖ فقہ کا ایک مسئلہ سیکھنا ایک سال کی عبادت کے ثواب سے بہتر ہے کیونکہ مسائلِ فقہ سیکھنا اسلام کی بنیاد ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول ہو کر ذکر اللہ کے ساتھ لیا گیا ایک سانس ہزار مسائلِ فقہ سیکھنے کے ثواب سے افضل ہے۔ (عین الفقر)

❖ جب فقیر ذکرِ اللہ میں مشغول اور غرق ہوتا ہے تو آسمان کہتا ہے کہ کاش میں زمین ہوتا اور یہ فقیر مجھ پر بیٹھ کر اللہ کے ذکر میں مشغول ہوتا۔ زمین کہتی ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہ میں ذکرِ اللہ کی حلاوت پا رہی ہوں۔ جب ذکرِ اللہ بندہ کے ہر بال، رگ و پوست، مغز، سانس، قلب، روح اور سرّ میں جاری ہو جاتا ہے اور بندے کے تمام اعضا اسمِ اللہ پکارتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَبَّیْكَ عَبْدِیْ۔ یہ فرمان سن کر فرشتے رشک کرنے لگتے ہیں کہ ہم نے تمام عمر تسبیح اور رکوع وسجود میں گزار دی مگر ہمیں اللہ تعالیٰ نے کبھی لبیک نہیں فرمایا۔ کاش کہ ہم بھی عبد ہوتے۔ پس اے بندے خود کو پہچان تاکہ تو خواص میں شامل ہو جائے۔ (عین الفقر)

✤ جب طالبِ مولیٰ کے وجود میں اسمِ اللہ ذات تاثیر کرتا ہے تو اس پر معرفت کا رنگ چڑھ جاتا ہے جس کی بدولت وہ کمال کو پہنچ جاتا ہے، اس کے وجود سے دوئی ختم ہو جاتی ہے اور وہ اپنی مراد حاصل کر لیتا ہے۔ جب وہ اپنے دل کی طرف چشمِ عیاں سے نظر کرتا ہے تو دیکھتا ہے کہ اس کے سر سے پاؤں تک ہر بال پر اسمِ اللہ نقش ہے اور اس کے تمام وجود پر اسمِ اللہ لکھا ہے۔ اس کے ہر بال، گوشت پوست، ہڈیوں، رگوں، مغز اور دل کو زبان مل گئی ہے (جن سے وہ ذکرِ اللہ کر رہے ہیں)۔ وہ در و دیوار، بازار اور درختوں پر جس طرف بھی دیکھتا ہے اسے اسمِ اللہ کا نقش ہی نظر آتا ہے۔ وہ جو کچھ سنتا یا بولتا ہے اسمِ اللہ سے ہی سنتا اور بولتا ہے۔ (شمس العارفین)

✤ جان لے کہ جب روحِ اعظم وجود میں داخل ہوئی تو آغاز ہی میں اُس نے کہا ''یا اللہ'' اور اُس پر قیامت تک کی ہر چیز منکشف ہو گئی لیکن اسمِ اللہ کی انتہا تک اب بھی کوئی نہیں پہنچ پایا۔ ہر علم، ہر صحیفہ، ہر الہام اور تمام کتابیں مثلاً توریت، انجیل، زبور اور فرقان یعنی قرآنِ مجید سب اسمِ اللہ کی شرح ہیں۔ تمام انبیا و اصفیا و اولیا نے ظاہر و باطن کا جو علم بھی حاصل کیا اسمِ اللہ کی ماہیت کو جاننے کے لیے حاصل کیا اور انہیں مراتبِ فنا فی اللہ تک رسائی، معرفتِ الوہیت و ہویت اسمِ اللہ ہی سے نصیب ہوئی۔ اسمِ اللہ اور اُس کی الوہیت کے علم سے فائق تر وہ کون سا علم ہے کہ جس کی خاطر تُو اسمِ اللہ سے روگردانی کرتا ہے؟ تُو اُسے پڑھتا ہے اور اسمِ اللہ کو چھوڑتا ہے اور اسمِ اللہ کو اپنا پیشوا نہیں بناتا اسی وجہ سے تُو مردہ و سیاہ دِل ہو کر ذلت و خواری میں گرفتار ہے۔

✤ آنچہ خوانی ز اسمِ اللہ خوان
اسمِ اللہ با تو ماند جاودان

ترجمہ: تُو جو کچھ پڑھنا چاہتا ہے اسمِ اللہ سے پڑھ کہ اسمِ اللہ ہی نے تیرے ساتھ ہمیشہ رہنا ہے۔

(محک الفقر کلاں)

✤ جب روزِ محشر لوگوں کی نیکی اور بدی کا حساب ہو گا تو جس کے دل پر اسمِ اللہ نقش ہو گا یا جس نے ایک مرتبہ بھی سچے دل سے اسمِ اللہ کا ذکر کیا ہو گا، اگر اس کے گناہ آسمانوں اور زمینوں

کے چودہ طبقات کے برابر بھی ہوئے تو اسمِ اللہ کی برکت سے ترازو کا نیکیوں والا پلڑہ وزنی ہو جائے گا۔ یہ دیکھ کر فرشتے پکاریں گے کہ اے اللہ! اس شخص کی کونسی نیکی کی وجہ سے ترازو کا پلڑہ بھاری ہو گیا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ یہ بندہ میرا طالب ہے اور یہ ہمیشہ اسمِ اللہ میں غرق رہتا تھا۔ اے فرشتو! تم اہلِ حجاب ہو کیونکہ تم عبادتِ حق اور اسمِ اللہ کی حقیقت سے ناواقف ہو۔ میں ان کے ساتھ ہوں (جو ذکرِ اسمِ اللہ کرتے ہیں) اور وہ میرے ساتھ ہیں جبکہ تم (اسم اللہ سے) بیگانے ہو۔ اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس۔ (عین الفقر)

تصورِ اسمِ اللہ ذات

اللہ تعالیٰ نے کائنات کی تخلیق محض اس غرض سے کی کہ اُس کی پہچان ہو، اس کے جلال و جمال کے جلوے آشکار ہوں اور اس کے حسن و جمال پر مر مٹنے والا کوئی عاشق ہو۔ سو انسان کی پیدائش کی اصل غرض و غایت اللہ کی معرفت اور پہچان ٹھہری۔ کسی چیز کی پہچان کا سب سے اعلیٰ اور عمدہ ذریعہ آنکھ اور بصارت ہے۔ ''دیکھنے'' سے کسی بھی چیز کی پوری پوری پہچان ہو جایا کرتی ہے۔ دیگر حواس اور اعضا شناخت کے کمزور اور ناقص آلے ہیں اس لیے آنکھ سے کیا جانے والا اسم اللہ ذات کا تصور اور سانسوں سے کیا جانے والا ذکر ہی ذریعۂ معرفت اور وسیلۂ دیدارِ پروردگار ہے۔

تصور کے لغوی معنی خیال، دھیان، تفکر اور مراقبہ کے ہیں۔ تصور سے اسم اللہ ذات کو اپنے دل پر نقش کرنے سے یہ انسان کی باطنی شخصیت (روح) پر اثر انداز ہو کر اسے بیدار کرتا ہے اور جب سالک کی باطنی آنکھ کھل جاتی ہے تو اسے نورِ بصیرت حاصل ہو جاتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی پہچان اور معرفت حاصل ہوتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے ذاتی جلوے اور مشاہدے میں محو ہو جاتا ہے۔ ذکر و تصور اسمِ اللہ ذات ہی وہ صراطِ مستقیم ہے جس پر چل کر پاکیزہ لوگ انعام یافتہ کہلائے کیونکہ تصور اسمِ اللہ ذات ہی سے انسان کا سینہ اسلام کی روشنی سے صحیح طور پر منور ہوتا ہے۔ اس کے برعکس

جس نے ذکر اور تصورِ اسمِ اللہ ذات سے روگردانی کی وہ نفسِ امارہ اور شیطان کے پھندوں میں پھنس گیا اور آخر کار گمراہ ہوا۔ دراصل نفس کا مرنا ہی دل کی حیات ہے۔ حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- وہ کونسا علم ہے اور کہاں سے حاصل ہوتا ہے جس سے بغیر ریاضت کے یکبارگی نفس سے نجات حاصل ہو جاتی ہے؟ تصورِ اسمِ اللہ ذات وہ علمِ ہدایت ہے جس کی توفیق، تحقیق اور تصرف جسے عنایت ہو جاتا ہے وہ ایک ہی لمحہ میں توحید میں غرق ہو کر دیدارِ الٰہی سے مشرف ہو جاتا ہے۔ تصورِ اسمِ اللہ ذات ایسا عمل ہے جو عامل کو کامل بنا دیتا ہے۔ (نور الہدیٰ کلاں)
- اعمالِ ظاہر سے آدمی کا دل ہرگز پاک نہیں ہوتا، نہ ہی اس میں سے نفاق نکلتا ہے اور نہ ہی دل کی سیاہی اور زنگار دور ہوتا ہے جب تک دل کو آتشِ تصورِ اسمِ اللہ ذات کی مشق سے جلایا نہ جائے اور نہ ہی اس ذکرِ خاص کے بغیر اخلاص پیدا ہوتا ہے کیونکہ ذکر کے بغیر دل ہرگز زندہ نہیں ہوتا اور نفس ہرگز نہیں مرتا اگرچہ تمام عمر قرآنِ پاک کی تلاوت کی جائے یا فقہ کے مسائل پڑھے جائیں یا زہد و ریاضت کی کثرت سے کمر کبڑی ہو جائے یا سوکھ کر بال کی طرح باریک ہو جائے، دِل اسی طرح سیاہ رہتا ہے۔ اسمِ اللہ ذات کے تصور کی مشق کے بغیر (زہد و ریاضت کا) کوئی فائدہ نہیں چاہے سر کو ریاضت کرتے کرتے پتھر سے پھوڑ لیا جائے۔ (شمس العارفین)
- تصورِ اسمِ اللہ ذات کی مشق کرنے والا بے مشقت معشوق اور بے محنت محبوب (بننے) کے طریق کا حامل ہوتا ہے۔ یہ مراتب بہت پسندیدہ ہیں جو اسمِ اللہ ذات کا تصور کرنے والے کو روشن ضمیر بنا دیتے ہیں اور وہ تمام قلوب کا محبوب ہو جاتا ہے۔ تصورِ اسمِ اللہ ذات سے اُسے تصرف حاصل ہوتا ہے جسے وہ اللہ کے فضل اور رحمت کی بدولت مخلوق کو فیض بخشنے کے لیے استعمال کرتا ہے۔ (کلید التوحید کلاں)
- تصورِ اسمِ اللہ ذات کی مشق دِل کو اس طرح زندہ کر دیتی ہے جس طرح بارانِ رحمت کے قطرے خشک گھاس اور خشک زمین کو زندہ کر دیتے ہیں اور زمین سے سبزہ اُگ آتا ہے۔ تصورِ اسمِ

اللہ ذات صاحبِ تصور کے لیے زندگی بھر شیطان اور اس کے چیلوں کے شر سے حصار بن جاتا ہے۔ (شمس العارفین)

❖ تصور اسم اللہ ذات کی مشق سے حاصل ہونے والے علم کے ذریعے تزکیہ نفس، تصفیہ قلب اور تجلّیہ روح و سرّ ہوتا ہے۔ جو ان مراتب کو پالے اس کا قالب (وجود) قلب کا لباس پہن لیتا ہے، قلب روح کا لباس پہن لیتا ہے اور روح سرّ کا لباس پہن لیتی ہے۔ جب یہ چاروں ایک ہو جاتے ہیں تو اوصافِ ذمیمہ اس کے وجود سے نکل جاتے ہیں۔ ظاہری حواسِ خمسہ بند ہو جاتے اور باطنی حواس کھل جاتے ہیں۔ اس کے بعد وہ علم دل پر کھلتا ہے جس کے متعلق فرمانِ حق تعالیٰ ہے:

✦ وَ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ (سورۃ الحجر۔29)

ترجمہ: اور میں نے اس کے اندر اپنی روح پھونکی۔

جیسے ہی روحِ اعظم حضرت آدمؑ کے وجودِ معظم میں داخل ہوئی تو اس روحِ اعظم نے وجود میں کہا یَا اَللّٰہُ۔ اللہ کا نام لیتے ہی بندے اور ربّ کے درمیان سے قیامت تک کے لیے حجاب اُٹھ گئے تاہم ابھی تک کوئی بھی اسمِ اللہ ذات کی حقیقت کی انتہا تک نہیں پہنچ پایا۔ (کلید التوحید کلاں)

❖ جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کا نفس اس کے تابع رہے اگرچہ وہ طرح طرح کے کھانے کھائے اور اطلس کے شاہانہ لباس پہنے، حوادثِ دنیا سے وہ امن پالے، معصیتِ شیطان سے نجات پائے اور خناس، خرطوم، وسوسہ اور خطرات نابود اور خاکستر ہو جائیں تو اسے چاہیے کہ تصور اسمِ اللہ ذات کی مشق کرے اور اسے دل پر نقش کرے۔ بے شک اس کا دل غنی ہو جائے گا اور وہ مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں حضوری پائے گا۔ (کلید التوحید کلاں)

تصورِ اسمِ اللہ ذات سے نفسِ امّارہ قتل ہو جاتا ہے اور دل زندہ ہو جاتا ہے جس سے حضوریٔ قلب (دل کی توجہ) حاصل ہوتی ہے۔ جسے حضوریٔ قلب حاصل ہو اس کی ہر عبادت مقبول ہوتی ہے اور جسے حضوریٔ قلب حاصل نہ ہو اس کی ہر عبادت ریا کا درجہ رکھتی ہے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:

لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ

ترجمہ: حضوریٔ قلب کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

جس دل کے اندر اسمِ اللہ ذات کا نوری نقش قائم ہو جائے وہ دِل قلب سلیم کہلاتا ہے اور قلبِ سلیم ہی قیامت کے روز کام آئے گا۔ فرمانِ الٰہی ہے:

یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ۝ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ۝ (سورۃ الشعراء۔ 88,89)

ترجمہ: قیامت کا دن ایسا دن ہے کہ جب نہ مال نفع دے گا اور نہ اولاد کام آئے گی بلکہ وہاں کامیابی اس کی ہوگی جس نے قلبِ سلیم پیش کیا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ مقصدِ حیات یعنی معرفتِ حق تعالیٰ کے لیے، روح کی ترقی و بالیدگی کے لیے، قلبِ سلیم کے حصول کے لیے، اطمینانِ قلب کے لیے، اپنے اندر نورِ بصیرت کی تکمیل کے لیے، رضائے الٰہی اور معراج کے لیے اسمِ اللہ ذات کی طلب کرنا اور پھر اس کا ذکر اور تصور کرنا ہر مومن اور مسلمان کے لیے لازم ہے۔ اس کے بغیر نہ کوئی راستہ ہے اور نہ کوئی منزل۔ جب انسان ذکر اور تصور اسمِ اللہ ذات سے اعراض کرتا ہے تو اس کے وجود پر نفس اور شیطان قبضہ جما لیتے ہیں اور دل و دماغ کو اپنے قبضے اور تصرف میں لے کر سارے وجود پر اس طرح چھا جاتے ہیں جس طرح اکاس بیل (عشق پیچاں کی بیل) پورے درخت کو گھیر لیتی ہے۔ اسی طرح انسان کے رگ و ریشے اور نس نس میں شیطان دھنس جاتا ہے اور اسے حق نظر نہیں آتا کیونکہ اس کی باطنی روزی (روح کی غذا) تنگ ہو جاتی ہے۔

قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ فَاِنَّ لَہٗ مَعِیْشَۃً ضَنْکًا وَّنَحْشُرُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَعْمٰی ۝ (سورۃ طٰہٰ۔124)

ترجمہ: جس شخص نے میرے ذکر سے اعراض کیا پس اس کی (باطنی یعنی روح کی) روزی تنگ کر دی

جاتی ہے اور قیامت کے روز ہم اسے اندھا کر کے اُٹھائیں گے۔

یعنی جسے اِس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی پہچان حاصل نہیں ہوتی وہ روحانی طور پر اندھا رہتا ہے اِسی لیے اسے قیامت کے دن بھی اللہ تعالیٰ کی پہچان حاصل نہیں ہوگی اور اسے اندھا کر کے اُٹھایا جائے گا۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

- وَمَنۡ كَانَ فِىۡ هٰذِهٖۤ اَعۡمٰى فَهُوَ فِى الۡاٰخِرَةِ اَعۡمٰى (سورۃ بنی اسرائیل ۔72)

ترجمہ:اور جو اس دنیا میں (باطنی طور پر) اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا رہے گا۔

ذکر اور تصور کا کیا تعلق ہے؟

ذکر اور تصور کا باہمی رشتہ ایک تانے بانے کی مانند ہے اور ان کو ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارا دماغ ہر وقت کچھ نہ کچھ سوچتا رہتا ہے، کسی نہ کسی چیز کے خیال میں محو رہتا ہے، ایک لمحہ بھی خالی نہیں رہ سکتا۔ یہ ذکر کی قسم ہے۔جن چیزوں کے متعلق ہمارا دماغ سوچتا ہے ان کی شکلیں ہمارے سامنے آجاتی ہیں، اگر بیوی بچوں کے متعلق سوچتا ہے تو وہ آنکھوں کے سامنے آجاتے ہیں اور گھر کے بارے میں سوچتا ہے تو گھر سامنے آجاتا ہے، اِسے ''تصور'' کہتے ہیں۔ذکر و تصور کا یہ سلسلہ مسلسل اور لگا تار جاری رہتا ہے۔نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ دنیا، دنیا کے لوگوں اور دنیا کی اشیا سے ہماری محبت اور رشتہ مضبوط ہوتا چلا جاتا ہے۔مختصر یہ کہ یہی تعلق اور لگاؤ ذکر اور تصور ہے۔صوفیا کرامؒ ذکر اور تصور کے اس دنیاوی رُخ کو رُوحانی رُخ کی طرف موڑ کر واصل باللہ ہونے کا طریقہ ذِکر اور تصورِ اسمِ اللہ ذات کی صورت میں بتاتے ہیں۔سورۃ مزمل کی آیت وَتَبَتَّلۡ اِلَيۡهِ تَبۡتِيۡلًا (ترجمہ:اور سب سے الگ ہو کر اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ) میں اسی طرف اشارہ ہے۔جس طرح لوہے کو لوہا کاٹتا ہے اور پانی کی بہتات سے پژمُردہ فصل پانی ہی سے ہری بھری ہو جاتی ہے

اسی طرح ذکر کو ذکر اور تصور کو تصور کاٹتا ہے۔ ضرورت صرف ذِکر اور تصور کے رُخ کو بدلنے کی ہے۔ اگر ہم دنیا اور اس کی فانی اشیا اور اشکال کی بجائے اسمِ اللہ ذات کا ذِکر اور تصور کریں تو ہمارا اس دنیا اور اس کی اشیا سے لگاؤ اور محبت ٹوٹ کر اللہ سے عشق و محبت پیدا ہو جاتا ہے اور ہمارے قلب میں پوشیدہ امانتِ حق تعالیٰ ظاہر ہو جاتی ہے۔

تصور اسم اللہ ذات کے بغیر ذکر اسم اللہ ذات بھی کامل نہیں ہوتا اور نہ ہی اتنا فائدہ مند ثابت ہوتا ہے جتنا کہ تصور کے ساتھ۔ حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- ذاکروں کا ذکر اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک وہ ذکر کی کلید حاصل نہ کر لیں۔ ذکر کی کلید اسمِ اللہ ذات کا تصور ہے۔ اسمِ اللہ ذات کے تصور سے اس حد تک ذکر جاری ہو جاتا ہے کہ اسے شمار نہیں کیا جا سکتا اور جسم پر جس قدر بال ہیں، تمام علیحدہ علیحدہ اس طرح ذکرِ اللہ کا نعرہ لگاتے ہیں کہ سر سے قدم تک وجود کے تمام اعضا، گوشت، پوست، رگیں، مغز اور ہڈیاں جوش سے ذکرِ اللہ میں محو ہو جاتے ہیں۔ یہ صاحبِ تصور اسمِ اللہ ذات کے مراتب ہیں کہ ان کے مغز اور پوست میں اللہ ہی ہوتا ہے۔ (شمس العارفین)

معلوم ہوا کہ ذکر اور تصور اسمِ اللہ ذات ہی وہ صراطِ مستقیم ہے جس سے ہٹانے کے لیے شیطان نے قسم کھا رکھی ہے اور ذکر و تصور اسمِ اللہ ذات سے روکنے کے لیے وہ ہر حربہ استعمال کرتا ہے۔ جملہ تعلیماتِ قرآنی، احادیثِ مبارکہ اور اولیا کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ ذکر اور تصورِ اسمِ اللہ ذات تمام اعمالِ صالحہ کا مرکز و محور ہے اور تمام اعمالِ صالحہ کا خلاصہ اور مغز ہے۔ ذکر اور تصورِ اسمِ اللہ ذات سے ذاکر کے اوصافِ ذمیمہ، اوصافِ حمیدہ میں بدل جاتے ہیں۔ اس کا اخلاق پاکیزہ ہو جاتا ہے اور وہ صفاتِ الٰہیہ سے متصف ہو کر اللہ تعالیٰ کے قرب و وِصال اور مشاہدۂ حق کے قابل ہو جاتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ اسے اپنے انوار میں جذب کر کے باطن میں اپنے ساتھ ملا لیتا ہے۔ اس طرح وہ واصل باللہ، فنا فی اللہ اور بقا باللہ کا مرتبہ پا جاتا ہے۔

اسمِ اللہ ذات ہی اسمِ اعظم ہے

عاملین، عابدین اور زاہدین نے ہر دور میں اسمِ اعظم تلاش کیا لیکن سوائے چند عارفین کے اسمِ اعظم نہ پا سکے یعنی اس کی کنہ تک نہ پہنچ سکے۔ بے شک انہوں نے دیگر اذکار اور عبادات سے اعلیٰ مراتب اور درجات تک رسائی حاصل کر لی لیکن دریائے وحدت میں غوطہ زن ہونے اور وصالِ الٰہی سے محروم رہے۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

❖ سن! اہلِ علم کو قرآنِ پاک میں سے اسمِ اعظم اس لیے نہیں ملتا کہ اسمِ اعظم وجودِ اعظم میں ہی قرار پکڑتا ہے۔ اگر کسی کو اسمِ اعظم مل بھی جائے اور وہ اس کا ذکر بھی کرتا رہے تو بھی اسمِ اعظم اس پر تاثیر نہیں کرے گا کیونکہ جو وجود ہی بے اعظم ہے اس پر اسمِ اعظم کیا تاثیر کرے؟ اسمِ اعظم کے بغیر ذکر جاری نہیں ہوتا اور اسمِ اعظم صرف فقیر کامل مکمل اور علمائے عامل کے وجود میں قرار پکڑتا ہے۔ علمائے عامل بھی صرف فقیرِ کامل ہی ہیں۔ وہ احمق ہے جو اللہ کی بجائے اسمِ اعظم پر اعتقاد رکھتا ہے۔ اسمِ اعظم اسے حاصل ہوتا ہے جو صاحبِ مسمّٰی ہو اور وہی صاحبِ اسمِ اعظم (مرشد کامل) ہوتا ہے۔ (عین الفقر)

اسی لیے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

◆ فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○ (سورۃ الانبیاء ۔ 7)

ترجمہ: پس اہلِ ذکر سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے۔

اب ذرا غور کریں تو بات فوراً سمجھ میں آجائے گی کہ یہاں فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الْعِلْمِ نہیں فرمایا کہ اگر تم نہیں جانتے تو اہلِ علم سے پوچھ لو بلکہ فرمایا اہلِ ذکر سے پوچھ لو۔ یہ اس لیے کہ علم والے خود بھی ٹھوکر کھا سکتے ہیں کیونکہ علم وہ خبر دیتا ہے جس کا محل دماغ ہے اور دماغ کا دائرہ صرف اس دنیا

تک محدود ہے جبکہ ذکر وہ خبر دیتا ہے جس کا محل دِل ہے اور دل ہی مقامِ قربِ الٰہی ہے لہٰذا لامحدود ہے۔علم دماغ کی تختی پر لکھا جاتا ہے اور ذکر دِل کی تختی پر مرقوم ہوتا ہے۔علم کی محدودیت اس بات سے ثابت ہے کہ علما بآسانی دلائل دے کر ایک دوسرے کی بات ردّ کر دیتے ہیں جبکہ اہلِ ذکر فقرا صرف ''ایک'' کی بات کرتے ہیں اور ایک ہی بات کرتے ہیں، ان میں اختلاف نہیں ہوتا۔اسی لیے اللہ فرماتا ہے:

◆ اَلرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا ○ (سورۃ الفرقان۔59)

ترجمہ: وہ رحمٰن ہے، سو پوچھ اُس کے بارے میں اُس سے جو اس کی خبر رکھتا ہے۔

اِس آیت مبارکہ میں ارشاد ہے کہ اگر اللہ کا قرب عطا کرنے والی راہ (یعنی اسمِ اعظم کے ذکر) کے متعلق نہیں جانتے تو اہلِ ذکر فقرا اولیا جو اس کی خبر رکھتے ہیں اُن سے پُوچھ لو۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

❖ اَللّٰه ، لِلّٰه ، لَهٗ اور هُو اسمِ اعظم یعنی اسمِ اللّٰہ ذات ہیں۔(عین الفقر)

بہت سی روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسمِ اللّٰہ ہی اسمِ اعظم ہے۔

سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک شخص کو کہتے سنا:

❂ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِاَنِّیْ اَشْهَدُ اِنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ○

ترجمہ: اے اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں اس طرح کہ میں تجھے گواہ بناتا ہوں اس بات پر کہ تو ہی اللہ ہے، تیرے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں ہے، تو واحد ہے، تو بے نیاز ہے ایسا جس نے نہ کسی کو جنا ہے اور نہ ہی کسی نے اسے جنا ہے۔

یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ''خدا کی قسم! اس شخص نے اللہ تعالیٰ سے اس اسمِ اعظم کے وسیلے سے سوال کیا ہے کہ جب بھی اس کے وسیلے سے دعا کی گئی اللہ نے وہ قبول کی ہے اور جب بھی اس کے ذریعے سے کوئی چیز مانگی گئی ہے اللہ نے عطا کی ہے۔(ترمذی 3475)

ایک حدیث میں آیا ہے کہ اسمِ اعظم ان دو آیتوں میں ہے وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ اور الٓمّٓ ۝ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ (ابنِ ابی شیبہ، ابوداؤد، ترمذی)

ایک حدیث میں ہے کہ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یوں دعا کی:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَدْعُوْكَ اللّٰهَ وَ اَدْعُوْكَ الرَّحْمٰنَ وَ اَدْعُوْكَ الْبَرَّ الرَّحِيْمَ وَ اَدْعُوْكَ بِاَسْمَائِكَ الْحُسْنٰى كُلِّهَا مَا عَلِمْتُ مِنْهَا وَ مَالَمْ اَعْلَمْ اَنْ تَغْفِرَلِیْ وَ تَرْحَمْنِیْ

ترجمہ: اے اللہ! میں دعا مانگتی ہوں تجھے پکار کر تیرے اسم اللہ سے، تیرے اسم رحمٰن سے، تیرے اسم البر سے، تیرے اسم رحیم سے اور تیرے تمام اسمائے حسنیٰ سے جو مجھے معلوم ہوں یا نہ ہوں، کہ تو مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''اسمِ اعظم ان ہی میں ہے''۔ (ابنِ ماجہ 3859)

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہٗ نے خواب میں دیکھا کہ اسمِ اعظم هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ہے۔

امام قاضی عیاض نے بعض علما سے نقل فرمایا کہ اسمِ اعظم کلمہ توحید لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ میں ہے۔

امام فخر الدین رازیؒ و بعض صوفیا کرامؒ نے ''هُو'' کو اسمِ اعظم بتایا ہے۔

منصور حلاج نے طواسین میں لکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ''ھُو'' کے محرمِ راز ہیں۔

سیّد عبدالکریم بن ابراہیم الجیلی رحمتہ اللہ علیہ اپنی تصنیف انسانِ کامل کے باب نمبر 26 میں فرماتے ہیں:

جان لو کہ اسمِ اعظم ھُو ہے اور یہ اسم، اسمِ اللہ سے اخصّ ہے اور اسمِ اللہ کا سرّ ہے۔ جب تک اللہ میں یہ اسم یعنی ہائے ہویّت (ہ) جو اسمِ اللہ کے آخر میں ہے، موجود رہتی ہے اس

کے معنی کچھ ہوتے ہیں جو حق کی طرف راجع ہوتے ہیں۔ جب وہ (ہ) اس سے جدا کی جاتی ہے تو اس کے باقی حروف مفید مطلب نہیں رہتے مثلاً جب الف ہٹا دیا جائے تو باقی لِلّٰہ رہتا ہے اور وہ بھی فائدہ بخش ہے اور جب لام اوّل ہٹا دیا جائے تو لَہٗ رہ جاتا ہے اور اس میں بھی فائدہ ہے اور جب دوسرا لام بھی ہٹا دیا جائے تو باقی ''ہ'' رہ جاتی ہے اور ھُو بھی اصل میں 'ہ' بلا واوَ ہے۔ واوَ من قبیل اشباع اس کے ساتھ لگائی گئی ہے اور استمرار عادی نے ان کو ایک شے بنا دیا ہے۔ پس اسمِ ھُو سب اسما سے افضل ہے۔ میں نے ۹۹ ےھ میں بعض اللہ والوں کے ساتھ (اللہ تعالیٰ ان کے شرف کو زیادہ کرے) مکہ میں ایک مجلس کی۔ پھر اُس اسمِ اعظم کے متعلق گفتگو ہوئی جس کی نسبت نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ سورۃ البقرہ کے آخر اور سورۃ آلِ عمران کے اوّل میں ہے۔ اس اہلِ اللہ نے کہا کہ وہ کلمہ 'ھُو' ہے اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ظاہر کلام سے مستفاد ہوتا ہے (یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ قول اسطرح سے ہے ''سورۃ البقرہ وآلِ عمران'')۔ اس لیے کہ 'ہ' ان کے قول یعنی لفظ سورۃ البقرہ کا اخیر ہے اور واوَ ان کے قول 'وآلِ عمران' کا اوّل ہے۔ اور یہ کلام اگرچہ مقبول ہے لیکن میں اس میں اسمِ اعظم کی بو پاتا ہوں اور میں نے اس عارف کا قول اس واسطے نقل کیا ہے کہ اس اسم کے شرف پر تنبیہ ہو اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اشارتاً جو جہت مذکورہ سے اِس پر واقع ہوتی ہے، اس اسم کے جلیل القدر اور اعظم الاسما ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ (انسانِ کامل)

- شیخِ اکبر محی الدین ابنِ عربی رحمتہ اللہ علیہ فتوحاتِ مکیہ میں فرماتے ہیں: ''ھُو'' عارفین کا سب سے آخری اور اعلیٰ ذکر ہے۔
- جمہور علما فرماتے ہیں اسمِ اللہ اسمِ اعظم ہے۔
- سیّدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں ''اسمِ اللہ ذات اسمِ اعظم ہے لیکن شرط یہ ہے کہ جب تو اسمِ اللہ کہے اس وقت تیرے دل میں اللہ تعالیٰ کے سوا اور کچھ نہ ہو۔''
- علامہ ابنِ عابدینؒ فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ نے اسمِ اللہ کو اسمِ اعظم فرمایا ہے۔
- بعض علما کرام نے بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کو اسمِ اعظم کہا ہے۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ بھی فرماتے ہیں:

ب بِسۡمِ اللہ اِسم اَللہ دا، ایہہ وِی گہناں بھارا ھُو

مفہوم: بِسۡمِ اللہ میں اسمِ اللہ پوشیدہ ہے اور یہ وہی بھاری امانت ہے جس کو اٹھانے سے ساری مخلوقات نے انکار کر دیا تھا سوائے انسان کے۔

آپؒ مزید فرماتے ہیں:

- سن! چاروں الہامی کتابیں یعنی توریت، زبور، انجیل اور امّ الکتاب یعنی قرآنِ پاک اسمِ اللہ ذات کی شرح ہیں۔ اسمِ اللہ کیا ہے؟ عین اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جو بے چون و بے چگون اور بے مثل و بے شبہ ہے۔ (عین الفقر)
- تمام پیغمبروں کو پیغمبری اسمِ اللہ کی بدولت ملی اور اسمِ اللہ کی ہی برکت سے انہیں کفار سے نجات اور ان پر فتح حاصل ہوئی۔ (عین الفقر)

مندرجہ بالا تمام احادیث و روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ درحقیقت اسمِ اللہ ذات ہی اسمِ اعظم ہے کیونکہ ہر حدیث و روایت میں اسمِ اللہ ذات (اَللہ، لِلّٰہ، لَہٗ، ھُو) کسی نہ کسی صورت میں موجود ہے۔

- سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسمِ اعظم بغیر نگاہِ کامل کے قرار نہیں پکڑتا۔
- علامہ شیخ محمد اسماعیل حقی رحمتہ اللہ علیہ اسمِ اعظم کی شرح بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کائنات میں ہر وقت ایک کامل اکمل ولی موجود ہوتا ہے جس کی ظاہری اور باطنی صورت اسمِ اللہ ذات (اسمِ اعظم) ہوتی ہے جو امانتِ الٰہیہ کا حامل اور اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہوتا ہے اور اس ولیٔ کامل سے اسمِ اعظم کی حقیقت نصیب ہوتی ہے۔ (تفسیر روح البیان)

پس یہ ثابت ہوا کہ اسمِ اللہ ذات ہی اسمِ اعظم ہے لیکن یہ اس وقت قرار پکڑتا ہے جب مرشد کامل اکمل تلقین فرماتا ہے۔

اسمِ اللہ ذات اور صحابہ کرامؓ و فقرا کاملینؒ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہٗ

میں نے اپنے ربّ کو نُورِ ربّ (اسمِ ذات) سے دیکھا۔ (سِرّالاسرار)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہٗ

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہٗ مرآۃ العارفین میں فرماتے ہیں:

جو کچھ تمام کتاب (قرآن) میں تفصیلاً بیان کیا ہے اس کو سورہ فاتحہ میں درج (پوشیدہ) کیا اور جو فاتحہ میں (تفصیلاً) ہے وہ بسم اللہ میں (پوشیدہ) ہے اور جو بسم اللہ میں (تفصیلاً) ہے وہ اس کی 'با' میں پوشیدہ ہے اور جو کچھ 'با' میں ہے اسے ('با' کے) نقطہ میں پوشیدہ اور مبہم کیا۔ اور جب اجمال (مختصر لیکن جامع اور مکمل حالت) کی تفصیل (عالموں میں) ظاہر ہوئی تو (حقیقتِ محمدیہ کے) اس تفصیلاً اظہار کے اعتبار سے اس (حقیقتِ محمدیہ) کا نام مرتبۂ تفصیل بالکتاب المبین رکھا گیا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ جس کو اُمّ الاُم کہتے ہیں، دو قسم پر منقسم ہے جس میں سے ایک قسم ذات کے متعلق ہے اور وہ 'بِسۡمِ' ہے اور دوسری قسم صفات کے متعلق ہے وہ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ہے اور جو اِن دونوں کے درمیان ہے وہ ان دو قسموں کا جامع اور ان دونوں کے مقابل ہے اور یہ دونوں قسمیں اس کے بیچ جامع ہیں اور وہ اللہ ہے۔

حضرت سری سقطی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت سری سقطی رحمتہ اللہ علیہ نے کسی خدا رسیدہ سے اُن کا نام پوچھا تو فرمایا ''ھُو''۔

پھر سوال کیا کہ کھاتے پیتے کیا ہیں؟ انہوں نے پھر جواب میں ''ھُو'' عرض کیا۔ جب ہر سوال کے جواب میں یہی کہتے رہے تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے پوچھا ''ھُو سے مراد کیا اللہ ہے؟'' یہ سنتے ہی وہ بزرگ چیخ مار کر دنیا سے رخصت ہو گئے۔ (تذکرۃ الاولیا، باب نمبر 30)

پیرانِ پیر دستگیر سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہٗ

آپ رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں:

- جب ایک بار دل سے کہا جائے 'اللہ' پھر دل میں کوئی غیر باقی نہ رہے۔
- جب کسی کے دل میں اسمِ اللہ ذات آجاتا ہے تو اس سے دو چیزیں پیدا ہوتی ہیں ایک نار اور دوسری نور، نار سے تمام غیر اللہ تصورات و مادی محبتیں جَل جاتی ہیں اور نور سے دل منور آئینہ بن جاتا ہے۔ (الفتح الربانی)
- بُری صفات سے نجات کا ذریعہ یہ ہے کہ آئینۂ دِل کو ظاہر و باطن میں مصقل توحید (ذکرو تصور اسمِ اللہ ذات) وعلم وعمل و شدید مجاہدہ سے صاف کیا جائے حتیٰ کہ نورِ توحید (نورِ اسمِ اللہ ذات) و صفاتِ الٰہیہ سے دل زندہ ہو جائے اور اس میں وطنِ اصلی کی یاد تازہ ہو جائے اور وطنِ حقیقی کی طرف مراجعت کا شوق پیدا ہو۔ (سرّ الاسرار۔ فصل نمبر 10)
- سیّدنا غوث پاک رضی اللہ عنہٗ ملفوظاتِ غوثیہ میں ایک روایت بیان فرماتے ہیں کہ ایک بزرگ ملک شام کی مسجد میں بھوک کی حالت میں پہنچے اور اپنے نفس سے کہا کہ کاش میں اسمِ اعظم جانتا ہوتا۔ دفعتاً دو شخص آسمان کی طرف سے اُترے اور ان کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ پس ایک نے دوسرے سے کہا ''تیری خواہش اسمِ اعظم جان لینے کی ہے؟'' دوسرے نے کہا ہاں! اس نے جواب دیا کہ تو اللہ کہہ یہی اسمِ اعظم ہے۔ وہ بزرگ کہتے ہیں ''میں نے دل میں کہا کہ اللہ کا ذکر تو میں کرتا ہوں مگر اسمِ اعظم کی جو خاصیت ہے وہ ظاہر نہیں ہوتی۔'' اس آدمی نے جواب دیا ''یہ بات نہیں ہمارا مطلب یہ ہے کہ 'اللہ' اس طرح سے کہو کہ دل میں کوئی دوسرا نہ ہو۔'' (الفتح

الربانی۔ملفوظاتِ غوثیہ)

شیخِ اکبر محی الدین ابنِ عربی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت شیخِ اکبر محی الدین ابنِ عربی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- چنانچہ یہ حقیقت ہے کہ جس شخص نے اپنی ذات کو اُس کے اسم (اسمِ اللہ ذات) سے معلوم نہ کیا وہ اُس کا مکلّف نہ رہا اور اس کے حکم سے خارج ہو کر منکرین میں شامل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو ثابت قدم رکھا اور انہوں نے اس کے اسم (اسمِ اللہ ذات) کو اپنا امام بنا لیا اور اس کے اور اپنے درمیان تعلق کو مضبوط کر لیا تو وہ ساجدین میں سے ہو گئے۔ (فتوحاتِ مکیہ۔ جلد اوّل)
- اللہ اسمِ ذات ہے جو جمیع اسما و صفات ہے۔ (فصوص الحکم۔ باب فصِ ادریسیہ)
- 'ھُوْ' عارفین کا آخری اور اعلیٰ ترین ذکر ہے۔ (فتوحات مکیہ۔ جلد دوم، باب پنجم)

سیّد عبد الکریم بن ابراہیم الجیلی رحمتہ اللہ علیہ

سیّد عبد الکریم بن ابراہیم الجیلی رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب انسانِ کامل میں فرماتے ہیں:

- حق سبحانہٗ تعالیٰ کی شناخت (پہچان) کی سوائے اسما و صفات کی راہ کے اور کوئی راہ نہیں ہے اور تمام اسما و صفات اسمِ اللہ کی تحت میں ہیں۔ ثابت ہوا کہ اسم اللہ کے سوا اللہ تک پہنچنے کی کوئی سبیل نہیں ہے۔
- اللہ تعالیٰ نے اسمِ اللہ کو انسان کے لیے آئینہ بنایا ہے (تاکہ وہ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کو دیکھے)۔
- اور جان لے کہ اللہ تعالیٰ نے اسمِ اللہ کو اُن کمالات کا ہیولیٰ بنایا ہے جو معنی الٰہیہ کی صورتیں ہیں اور جمیع تجلیاتِ الٰہی جو اس کے نفس کے لیے اس کے نفس میں ہوتی ہیں وہ سب اسمِ اللہ کے زیرِ احاطہ ہیں اور اس کے پیچھے بجز ظلمتِ محض کے جو بطون[1] الذات فی الذات کے نام

---

[1] باطن کی جمع

سے موسوم ہے اور کچھ نہیں ہے اور یہ اسمِ اللہ اس ظلمت کا نور ہے جس سے حق اپنے آپ کو دیکھتا ہے۔

حضرت شیخ جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ

آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اسم اللہ کا ذاکر اپنی ذات سے بے خبر اور اپنے ربّ کے ساتھ واصل ہوتا ہے۔ وہ احکامِ الٰہیہ پر سختی سے کاربند ہوتا ہے اور دل میں اس کے مشاہدہ میں مشغول رہتا ہے حتیٰ کہ مشاہدہ کے انوار و تجلیات اس کی بشری صفات کو جلا کر رکھ دیتے ہیں۔

حضرت شیخ بہاؤالدین نقشبند رحمتہ اللہ علیہ

حضرت شیخ بہاؤالدین نقشبند رحمتہ اللہ علیہ سولہ سال تک لگاتار اسمِ اللہ ذات دِل پر نقش کرتے رہے مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ ایک روز اس کوشش میں اتنے وارفتہ ہوئے کہ جنگل کی طرف نکل گئے وہاں حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوگئی۔ حضرت خضرؑ نے پوچھا ''اے بہاؤالدین! کیا کر رہے ہو؟'' جواب دیا ''دل روشن نہیں ہو رہا اس لیے بے حد پریشان ہوں۔'' انہوں نے جواب دیا ''تصورِ اسمِ اللہ ذات کیا کرو۔'' عرض کی ''سولہ سال سے اسی کوشش میں ہوں مگر کامیابی نہیں ہو رہی۔'' حضرت خضرؑ نے فرمایا ''جاؤ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہٗ کے مزار پر حاضر ہو کر التجا کرو کام بن جائے گا۔'' چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور مزارِ غوث الاعظمؓ پر حاضر ہو کر التجا کی:

یا دستگیرِ عالم دستم مرا بگیر
دستم چناں بگیر کہ گویند دستگیر

ترجمہ: اے جہان بھر کی دستگیری کرنے والے! میری بھی دستگیری فرمائیں اور اس شان سے دستگیری

فرمائیں جس کی بنا پر آپؒ کو دستگیر کہا جاتا ہے۔

اس پر سیّدنا غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہٗ اپنا دایاں ہاتھ مزار مبارک سے باہر نکال کر اسمِ اللہ ذات کی شکل میں ان کے سامنے لائے اور فرمایا:

اے نقشبندِ عالم نقشم را بہ بند
نقشم چناں بہ بند کہ گویندت نقشبند

ترجمہ: اے نقشبندِ عالم! میرے والا نقش (اسمِ اللہ ذات) جما اور ایسا جما کہ رہتی دنیا تک لوگ تجھ کو نقشبند کے نام سے یاد کریں۔

اس کے ساتھ ہی حضرت بہاؤ الدین نقشبندؒ کے دل پر اسمِ اللہ ذات نقش ہو گیا۔

حضرت شیخ فقیر اللہ رحمتہ اللہ علیہ

ایک دفعہ شیخ فقیر اللہ رحمتہ اللہ علیہ اسمِ اللہ ذات کے ذکر میں مشغول تھے، دیکھا کہ پاس چند فرشتے بیٹھے تسبیح و تقدیس میں محو ہیں تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ان فرشتوں سے فرمایا "تھوڑا قریب آ جاؤ اور میرے ساتھ ذکر میں شریک ہو جاؤ" فرشتوں نے کہا "ہم آپ کے قریب آنے اور اس ذکر میں شامل ہونے کی طاقت اور استطاعت نہیں رکھتے" (یعنی ذکرِ اسم اللہ ذات صرف انسان کا شرف ہے)۔

حضرت خواجہ غلام فرید رحمتہ اللہ علیہ

حضرت خواجہ غلام فرید رحمتہ اللہ علیہ کا اصل نام خورشید عالم تھا اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کے مرشد حضرت خواجہ فخر جہاں رحمتہ اللہ علیہ تھے۔ چوبیس سال روہی میں چلّہ کے بعد حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ نے خورشید عالم رحمتہ اللہ علیہ پر باطنی مہربانی فرمائی اور ان کے قلب مبارک پر اسمِ اللہ ذات لکھ دیا جس سے آپ رحمتہ اللہ علیہ پر تمام حقائق منکشف ہو گئے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس عظیم مہربانی پر اپنے آپ کو غلام فرید (یعنی بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کا غلام) کہلوانا شروع کر

دیا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ ننگے پیر کوٹ مٹھن شریف سے پاک پتن حضرت بابا فرید الدین رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر جایا کرتے تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا یہ جملہ ملفوظاتِ فریدیؒ میں مرقوم ہے ''وہ مومن ہرگز نہیں جس کا ایک سانس بھی اسمِ اللہ ذات کے ذکر کے بغیر جائے۔''

آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الف ہِکو ہِم، بس وے میاں جی
ہور کہانی مول نہ بھانی
الف گدھم دل کھَس وے میاں جی
ب تے ت دی گل نہ کائی
الف کیتم بے وس وے میاں جی

ترجمہ: ایک اسمِ اللہ ذات ہی ہمارے لیے کافی ہے۔ ہمیں کسی اور وِرد و وظائف کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اسمِ اللہ ذات نے ہمارا دل منور کر دیا ہے۔ اب اسمِ اللہ ذات پوری طرح ہم پر حاوی ہو چکا ہے اور ہمیں حقیقت سے آگاہی حاصل ہوگئی ہے۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں:

یار فریدا یار سنجانن کیتے
ایہہ نسخہ ہِک ٹِک اے

ترجمہ: یار (اللہ تعالیٰ) کو پہچاننے کے لیے یہ نسخہ (اسمِ اللہ ذات) قیمتی اور مجرب ہے۔

حضرت سیّد ابوالعباس رحمتہ اللہ علیہ

حضرت سیّد ابوالعباس رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اے سالک! تجھے اسمِ اللہ ذات کا ذکر کرنا چاہیے کیونکہ یہ اسم تمام اسما کا سلطان ہے۔ اسکی ابتدا علم اور انتہا نور ہے۔

شیخ احمد بن عجیبہ رحمتہ اللہ علیہ

اسمِ اللہ سلطان الاوراد اور سلطان الاسما ہے اور یہ اسمِ اعظم ہے۔ ذاکر جب اس کے ذکر میں مشغول ہوتا ہے تو یہ ذکر اس کے گوشت میں شامل ہو جاتا ہے اور اس کے انوار و تجلیات ذاکر کے کلیات و جزئیات میں سرایت کر جاتے ہیں۔ یہ ذکر زبان سے دل کی طرف، دِل سے روح کی طرف اور رُوح سے سِرّ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ اس وقت زبان ساکت و صامت ہو جاتی ہے اور ذاکر کو وِصال اور مشاہدہ نصیب ہوتا ہے۔

بندہ اُس وقت ہی مقامِ رضا تک رسائی حاصل کرتا ہے جب وہ سلوک کے ابتدائی تین مراحل کو عبور کر لے: 1۔ وہ اسمِ جلالت (اسمِ اللہ ذات) کے ذکر میں مستغرق ہو۔ یہ تب ممکن ہے جب مرشد کامل سے ذکر کی اجازت ہو۔ 2۔ ذاکرین کی صحبت حاصل ہو۔ 3۔ شریعتِ محمدیہ پر کاربند ہو۔

حضرت امام ابوقشیری رحمتہ اللہ علیہ

اسمِ اللہ کا ذکر ولایت کا منشور، وصال کا منارہ، راہِ سلوک پر چلنے کی علامت اور منزل تک پہنچنے کی دلیل ہے۔ ذکرِ اسمِ اللہ سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں۔ تمام خصائلِ حمیدہ جو ذکر کی طرف ہی راجع ہیں، تمام کا منبع ذکرِ اللہ ہی ہے۔

حضرت ابنِ قیم الجوزیہ رحمتہ اللہ علیہ

بلاشبہ و ریب چاندی و تانبے کی طرح دل بھی زنگ آلود ہو جاتا ہے۔ اس کی صفائی اسمِ اللہ سے ممکن ہے۔ ذکرِ الٰہی دل کو چمکتے ہوئے آئینہ کی مانند کر دیتا ہے۔

حضرت امام فخر الدین رازی رحمتہ اللہ علیہ

آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جہنم میں داخل ہونے کا سبب ذکرِ اللہ سے غفلت ہے اور عذابِ جہنم سے چھٹکارا ذکرِ اللہ سے ہی ممکن ہے۔ جب قلب ذکرِ اللہ سے غافل ہوتا ہے تو دنیا اور اس کی خواہشات کی طرف متوجہ ہو کر حرص و ہوا میں مبتلا ہو جاتا ہے اور پھر ایک طمع سے دوسری طمع کی طرف اور ایک ہوس سے دوسری ہوس کی جانب منتقل ہوتا رہتا ہے حتیٰ کہ تاریکیوں میں گھر جاتا ہے۔ جب اس دل پر اللہ کے ذکر اور معرفت کا دروازہ کھلتا ہے تو ان تمام آفات اور مصائب سے چھٹکارا حاصل کر کے اسے ربّ تعالیٰ کی معرفت کا شعور حاصل ہو جاتا ہے۔ (تفسیرِ کبیر)

حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ

ایک طویل عرصہ تک علم و فضیلت کے حصول اور چلہ کشی و ریاضت کے بعد جب پیر سیّد مہر علی شاہؒ کو مرشدِ کامل سے اسمِ اللہ ذات ملا تو اس نے تمام تر ترتیب کو یکسر بدل کر رکھ دیا اور آپؒ بے ساختہ پکار اُٹھے:

سب لِکھیا پڑھیا بُھلا رہیاں
ہکو نام سجن دا گا رہیاں
لُوں لُوں تے ساہواں نال
دل لگڑا بے پرواواں نال

ترجمہ: جب سے ہمیں ذکر اور تصور کے لیے اسمِ اللہ ذات ملا ہے ہم نے تمام علوم کو فراموش کر دیا ہے کیونکہ اب ہمارا ہر سانس اور جسم کا ریشہ ریشہ اسمِ اللہ ذات کا ذکر کر رہا ہے اور ہمارا رشتہ اس بے نیاز ذات سے قائم ہو چکا ہے۔

حضرت بُلھے شاہ رحمتہ اللہ علیہ

ا اللہ دل رتا میرا
مینوں ب دی خبر نہ کائی
ب پڑھیاں کجھ سمجھ نہ آوے
ا دی لذت آئی
بلھیا قول ا دے پورے
جیہڑے دل دی کرن صفائی

ترجمہ: اسمِ اللہ ذات نے ہمارا دل اتنا روشن کر دیا ہے کہ ہمیں دوسرے کسی وظیفہ کی خبر نہیں کیونکہ کسی وظیفہ سے ہمیں وہ حاصل نہیں ہوا جو اسمِ اللہ ذات پڑھنے سے حاصل ہوا ہے۔ یہ بات بالکل سچ ہے کہ یہ اسمِ اللہ ذات ہی ہے جو دل کو صیقل کر کے اُسے اللہ تعالیٰ کے جلوہ سے منور اور روشن کر دیتا ہے۔ یہ حقیقت کسی اور وظیفہ سے حاصل نہیں ہوتی۔

آپؒ مزید فرماتے ہیں:

کیوں پڑھنا ایں گڈ کتاباں دی
سر چاناں ایں پنڈ عذاباں دی
ہن ہوئی آ شکل جلاداں دی
ایہہ پینڈا مشکل بھارا اے
اِک الف پڑھو چھٹکارا اے

ترجمہ: کیوں تم نے کتابوں کے ڈھیر اکٹھے کر رکھے ہیں۔ معرفت کے بغیر حاصل ہونے والے علم نے تمہارا دل جلادوں کی طرح سخت کر دیا ہے جو تمہارے چہرے سے بھی عیاں ہے۔ جتنا علم حاصل کرتے جاؤ گے اتنے ہی حجابات بڑھتے جائیں گے اور روزِ جزا علم کے مطابق اپنے عمل کا

حساب دینا پڑے گا۔ یہ بڑی مشکل منزل ہے، اس سے نجات اور چھٹکارے کا ذریعہ صرف ذکرِ اسمِ اللہ ذات ہے۔

حضرت علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے کلام میں معرفت و طریقت کی خوب وضاحت فرمائی ہے۔
آپ رحمتہ اللہ علیہ شدتِ شوق سے بارگاہِ مرشد میں اسمِ اللہ ذات کی طلب میں عرض کرتے ہیں:

- نویس 'اللہ' بر لوحِ دلِ من
  کہ ہم خود را ہم او را فاش بینم (ارمغانِ حجاز)

ترجمہ: میرے دل کی لوح پر اسمِ اللہ ذات لکھ اور مجھے بھی اور میرے اندر چھپے ہوئے حق تعالیٰ کے بھید کو بھی مجھ پر آشکار کر دے۔

- نگہ الجھی ہوئی ہے رنگ و بُو میں
  خرد کھوئی گئی ہے چار سُو میں
  نہ چھوڑ اے دل فغانِ صبح گاہی
  اماں ملے شاید اللہ ھُو میں (بالِ جبریل)
- میری نوائے شوق سے شور حریمِ ''ذات'' میں
  غلغلہ ہائے اَلاماں بُت کدۂ ''صفات'' میں (بالِ جبریل)
- مٹا دیا میرے ساقی نے عالمِ مَن و تُو
  پِلا کے مجھ کو مے لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ (بالِ جبریل)
- شوق مری لَے میں ہے شوق مری نَے میں ہے
  نغمۂ اللہ ھُو میرے رگ وپے میں ہے (بالِ جبریل)

بادہ کش غیر ہیں گلشن میں لبِ جُو بیٹھے
سنتے ہیں جام بکف نغمۂ کوکو بیٹھے
دُور ہنگامۂ گلزار سے یک سُو بیٹھے
تیرے دیوانے بھی ہیں منتظرِ ھُو بیٹھے (بانگِ درا)

موجودہ دَور کے بارے میں آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کہن ہنگامہ ہائے آرزو سَرد
کہ ہے مردِ مسلماں کا لہو سَرد
بُتوں کو میری لادینی مبارک
کہ ہے آج آتشِ اللہ ھُـــو سَرد (ارمغانِ حجاز)

علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ اپنے فارسی کلام میں فرماتے ہیں:

گفت آں شعرے کہ آتش اندروست
اصلِ او از گرمی اللہ ھُـو ست (جاوید نامہ)

ترجمہ: (رومی رحمۃ اللہ علیہ نے) مجھ سے کہا کہ وہ شعر جس کے اندر (عشق کی) آگ ہے اس کی بنیاد اللہ ھُو کی آتشِ عشق ہے۔

می نگنجد آں کہ گفت اللہ ھُو
در حدودِ ایں نظامِ چار سُو (جاوید نامہ)

ترجمہ: جو ذکرِ اللہ ھُـــو کرتا ہے وہ زمان و مکان (Time and Space) کی حدود میں نہیں سماتا۔

امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں اقبالؒ فرماتے ہیں:

تا غزالیؒ درس اللہ ھُـو گرفت
ذکر و فکر از دودمانِ او گرفت (جاوید نامہ)

ترجمہ: جب امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے مرشد سے '' اللہ ھُو'' کی تلقین حاصل کر لی تو وہ کامل ہو گئے یعنی ظاہری علوم کے بعد باطنی علم بھی حاصل کر لیا۔

اقبالؒ فرماتے ہیں کہ ذکر اللہ ھُو تو ہمیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملا ہے:

آمد از پیراہن او بوئے او
داد مارا نعرہ اللہ ھُو (مثنوی)

ترجمہ: مجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لباس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خوشبو آئی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں نعرہ (ذکر) اللہ ھُو دیا۔

ذکرِ ھُو اسمِ اللہ ذات کا آخری مقام ہے۔ اس کے بارے میں آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

منم کہ طواف حرم کردہ ام بتے بہ کنار
منم کہ پیش بتاں نعرہ ہائے ھُو زدہ ام (پیامِ مشرق)

ترجمہ: میں وہ ہوں جس نے (خواہشاتِ نفس و دنیا کا) بُت دِل میں رکھ کر کعبہ کا طواف کیا اور وہ بھی میں ہی ہوں جس نے بتوں (ظاہری مذہبی راہنماؤں) کے سامنے ھُو کا نعرہ لگایا ہے یعنی اندھوں کے سامنے ھُو کے راز کو کھولا ہے۔

ہر کہ پیمان با ھُو الموجود بست
گردنش از بند ہر معبود رست (رموزِ بیخودی)

ترجمہ: جس نے حاضر و موجود ھُو کے ساتھ پیمان باندھ لیا (یعنی ھُو میں فنا ہو کر ھُو ہو گیا) وہ زندہ جاوید ہو گیا اور اس کی گردن ہر غلامی سے آزاد ہو گئی۔

حضرت مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ

فرق است ز آبِ خضر کہ ظلمات جائے است
تا آب ما کہ منبعش اللہ اکبر است

ترجمہ: آبِ خضر جس کا مقام ظلمات ہے اور ہمارے پانی میں بہت فرق ہے۔ یہاں 'ہمارے پانی' سے مراد اسمِ اللہ ہے جس کا منبع خود اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور یہ آبِ خضر سے بہتر ہے۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

تُو وہ ذکر کر کہ وہ مالک ظاہر ہو کر آئے۔ ایسا ذکر نہیں جو زبان سے ہو کیونکہ زبانی ذکر عارضی ذکر کے سوا کچھ نہیں مگر 'ذکرِ روحی' درویشوں کا ہنر ہے۔

میاں محمد بخش رحمتہ اللہ علیہ

اوّل حمد ثنا الٰہی جو مالک ہر ہر دا
اس دا نام چتارن والا کسے میدان نہ ہردا

ترجمہ: سب سے پہلے اللہ تبارک وتعالیٰ کے لیے حمد وثنا جو تمام جہانوں کا مالک اور ربّ العالمین ہے۔ اس کے نام (اسمِ اللہ) کا ذکر کرنے والے کو ظاہر و باطن کے کسی میدان میں کبھی شکست نہیں ہو سکتی اور نہ ہی وہ کبھی ناکام ہوتا ہے۔

حضرت سخی سلطان پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے چالیس سال کی طویل ترین ریاضت کے بعد حضرت سخی سلطان پیر محمد عبدالغفور شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے اسمِ اللہ ذات حاصل کیا۔ آپ فرماتے ہیں:

ب بس بھائی بے دس ناہیں، مینوں پیر دی تس بے وس کیتا
اللہ بس سکھایا جناب مینوں، باقی غیر معلوم ہوس کیتا
سرمہ پیر دے پیراں دی خاک پائی، مصحف خاص مزار دا مس کیتا
سلطان محمد بہادر شاہؒ جد اکھ تیز ہوئی، دیدار خدا دا بس کیتا

مفہوم: ہمارے مرشد کامل اکمل کے عشق نے ہمیں اپنے بس میں کر لیا ہے کیونکہ ہمارے مرشد نے

ہمیں اسمِ اللہ ذات تلقین کیا ہے اور غیر اللہ کو ہمارے دل سے نکال دیا ہے۔ جب اسمِ اللہ ذات کے ذکر اور تصور سے ہمیں نورِ بصیرت حاصل ہوا تو تب ہمیں دیدارِ الٰہی نصیب ہوا۔ یہ نعمت حاصل کر کے ہم نے مرشد کے قدموں کی خاک کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بنایا اور اپنے آپ کو اس کی غلامی میں دے دیا۔

سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ

- اسمِ اللہ ذات اسمِ اعظم ہے جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی پہچان اور قرب حاصل ہوتا ہے۔ یہ وہ نور ہے جو سالک (طالب) کو مالک (اللہ) تک لے جاتا ہے۔ جس دل کے اندر یہ نقش ہو کر قرار پا گیا اس کے سامنے کائنات کا کوئی راز باقی نہ رہا اور وہ محرمِ راز ہو گیا۔ بشرطیکہ یہ اسمِ اعظم طالب کو کسی مرشد کامل صاحبِ مسمّٰی سے حاصل ہوا ہو۔
- اسمِ اللہ ذات تمام باطنی علوم کا منبع ہے۔ اس کے ذکر اور تصور سے باطن میں سب سے اعلیٰ مراتب یا مقام (دیدارِ حق تعالیٰ اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری) حاصل ہوتے ہیں جو کسی دوسرے ذکر، فکر اور عبادت سے حاصل نہیں ہو سکتے خواہ ساری زندگی دن کو روزے رکھے اور رات کو قیام کرے اور کمر کبڑی ہو جائے۔
- انسان کو اپنی ذات اور اللہ تعالیٰ کی پہچان صرف اسمِ اللہ ذات ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ کوئی دوسرا ذکر، فکر یا عبادت انسان کے باطن کے بند دروازے کے قفل کو نہیں کھول سکتی۔
- اسمِ ذات ''ھُو'' سلطان الاذکار ہے اور جو ھُو میں فنا ہو کر ھُو ہو گیا وہی سلطان ہے۔
- اسمِ اللہ ذات دل کی کنجی ہے۔
- ذکر اسمِ اللہ ذات سے دل کے آئینے سے زنگ اتر جاتا ہے اور وہ روشن اور صاف ہو جاتا ہے۔
- اسمِ اللہ ذات کا تصور دل کو پاک کر دیتا ہے اور اس کی تاثیر پورے جسم میں اس طرح

اثر کرتی ہے جیسے گولی پیٹ میں جاتی ہے اور جسم کے کسی حصے میں ہونے والی تکلیف کو سکون پہنچتا ہے۔ اسی طرح ٹیکہ بازو میں لگتا ہے جبکہ زخم اگر پاؤں پر ہو تو ٹھیک ہو جاتا ہے۔ جب انسان اسمِ اللہ ذات کا دل میں ذکر کرتا ہے اور اس کا تصور کرتا ہے تو پہلے دل اور پھر پورا جسم اس کی تاثیر سے پاکیزہ ہو جاتا ہے۔

- ذکر اسمِ اللہ ذات ہی اسمِ اعظم ہے۔ یہ اس وقت اثر کرتا ہے جب کسی صاحبِ راز مرشد کامل اکمل سے حاصل ہوا ہو۔
- جس نے ذکرِ اسمِ اللہ ذات سے اپنی سانسوں کو اور تصورِ اسمِ اللہ ذات سے اپنے قلب (باطن) کو زندہ نہ کیا وہ دنیا سے بے مراد گیا۔
- جو اللہ تعالیٰ کی پہچان اور دیدار حاصل کرنا چاہتا ہے وہ سب سے پہلے کسی صاحبِ مسمّٰی سروری قادری مرشد کامل اکمل کی تلاش کرے اور پھر اس سے ذکر اور تصورِ اسمِ اللہ ذات طلب کرے۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ایک سو چالیس کتب تصنیف فرمائی ہیں اور ہر تصنیف اسمِ اللہ ذات کی شرح وتفسیر ہے۔ اسمِ اللہ ذات کے اَسرار و رموز کو جتنا آپ رحمتہ اللہ علیہ نے کھول کر اپنی تصنیفات میں بیان فرمایا ہے اس سے پہلے کوئی بھی نہ کر سکا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- خیال خواندن چندیں کتب چراست ترا
  الف بس است اگر فہم ایں اداست ترا

ترجمہ: تجھے اس قدر کتب پڑھنے کا خیال کیوں رہتا ہے؟ اگر تو سمجھے تو تیرے لیے محض علمِ الف (اسمِ اللہ ذات) ہی کافی ہے۔ (کلید التوحید کلاں)

اسمِ اللہ راہبر است در ہر مقام
از اسمِ اللہ یافتند فقرش تمام

ترجمہ: اسمِ اللہ ذات طالبانِ مولیٰ کی ہر مقام پر راہنمائی کرتا ہے اور اسمِ اللہ ذات سے ہی وہ کامل فقر کے مراتب پر پہنچتے ہیں۔ (محک الفقر کلاں)

اسمِ اللہ ذوق بخشد باوصال
بے زبانے سخن گوید قیل و قال

ترجمہ: اسمِ اللہ کے تصور سے صاحبِ تصور کو ذوقِ الٰہی نصیب ہوتا ہے جس سے وہ ہر وقت وصالِ حق میں مسرور ہو کر ذاتِ حق سے بے زبان گفتگو کرتا ہے۔ (محک الفقر کلاں)

آں روز یاد کن کہ یارے تُو کس نہ باشد
جز عمل و ایمان دیگرے ہمراہِ تُو کس نہ باشد
باھُوؒ! بہ ازیں نہ باشد یک بار گفتن اللہ
اللہ بس ترا شد خطے کش بر سویٰ اللہ

ترجمہ: اس دن کو یاد کر جب تیرا کوئی دوست نہیں ہوگا اور عمل و ایمان کے سوا تیرے ساتھ کوئی نہیں جائے گا۔ اے باھُوؒ! ایک بار ذکرِ اللہ کرنے سے بہتر کوئی عمل نہیں۔ اسمِ اللہ تیرے لیے کافی ہے، اسمِ اللہ کے سوا ہر چیز پر خطِ تنسیخ کھینچ دے (یعنی اسمِ اللہ کے سوا ہر چیز کو ترک کر دے)۔ (محک الفقر کلاں)

اسمِ اللہ بس گرانست بس عظیم
ایں حقیقت یافتہ نبیؐ کریم

ترجمہ: اسمِ اللہ ذات نہایت گراں اور بیش قیمت دولت ہے اور اس کی حقیقت کو صرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی جانتے ہیں۔ (کلید التوحید کلاں)

اسمِ اللہ ہمچو در دِل آفتاب
ظلمت از انوارِ او گردد خراب

نامِ اللہ گشت آسان بر زبان
کنہ اللہ مشکل است سِرّ نہاں

ترجمہ: جب دل میں اسمِ اللہ کا سورج طلوع ہوتا ہے تو اس کے نور سے دل کی ساری ظلمت مٹ جاتی ہے۔ محض زبان سے اسمِ اللہ کا ذکر کر لینا بہت آسان ہے مگر اسمِ اللہ کی کنہ اور سِرّ نہانی تک پہنچنا بہت ہی مشکل کام ہے۔ (محک الفقر کلاں)

❖ جو بھی اسمِ اللہ کا ذکر کرتا اور اسے یاد رکھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے۔ اسم اللہ ذات کو پڑھنے اور اس کا ذکر کرنے سے (ذاکر پر) علمِ لدنّی کھل جاتا ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

✦ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا (سورۃ البقرہ۔31)

ترجمہ: اور ہم نے آدم کو کُل اسما کا علم عطا کیا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

✦ مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ (سورۃ الانعام۔121)

ترجمہ: جس چیز پر اسمِ اللہ نہیں پڑھا جاتا بے شک وہ چیز فاسق ہے۔

جان لے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اسمِ اللہ کی برکت سے عرش و کرسی اور لوح و قلم سے بالاتر قَابَ قَوْسَيْنِ کے مقام پر پہنچے جہاں اللہ اور ان کے درمیان کوئی حجاب نہ تھا اور اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے کیونکہ اسمِ اللہ دونوں جہانوں کی چابی ہے۔ سات آسمانوں اور سات زمینوں کا بغیر کسی ستون کے قائم رہنا بھی اسمِ اللہ کی ہی برکت سے ممکن ہے۔ تمام پیغمبروں کو پیغمبری اسمِ اللہ کی بدولت ملی اور اسمِ اللہ کی ہی برکت سے انہیں کفار سے نجات اور ان پر فتح حاصل ہوئی کیونکہ انہوں نے کہا اَللّٰهُ مُعِيْنُ (اللہ ہی ہمارا مددگار ہے)۔ (عین الفقر)

❖ قرآن پاک میں اسمِ اللہ چار ہزار مرتبہ آیا ہے۔ اسمِ اللہ کی برکت سے سارا قرآن بھی اسمِ اللہ ہے۔ مرشد کامل اکمل وہ ہے جو اسمِ اللہ اور اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی راہ جانتا ہو اور اس کے

علاوہ (اللہ کے قرب و دیدار تک پہنچنے کی) دوسری کوئی راہ نہ جانتا ہو اور صادق طالب مولیٰ وہ ہے جو اللہ کے سوا کوئی اور طلب نہ رکھے کیونکہ اس ذات پاک کے بغیر پاکی اور بلندی ممکن نہیں۔

✤ دادہ خود سپہر بستاند
اسمِ اللہ جاودان ماند

ترجمہ: آسمان (کائنات) اسی کا بنایا ہوا ہے، وہ جب چاہے گا اسے سمیٹ لے گا مگر اسمِ اللّٰہ ہمیشہ باقی رہے گا۔ (عین الفقر)

✤ بعض طالبوں کو تصور اسمِ اللّٰہ ذات سے محبت و معرفت اور مشاہدۂ انوار مراقبے میں حاصل ہوتا ہے اور وہ انوارِ الٰہی میں غرق ہو کر عین بعین دیدارِ الٰہی کرتے ہیں۔ ایسے مراقبے میں آنکھیں تو بند ہوتی ہیں لیکن قلب خونِ جگر نوشی کی حالت میں ہوتا ہے اور عین بعین ذات کو دیکھتا ہے۔ ایسے صحیح صاحبِ مراقبہ کو چاہیے کہ مراقبے سے ہرگز سر نہ اُٹھائے کیونکہ اس کا مراقبہ اسے محرمِ اسرارِ پروردگار بناتا ہے اور اسے یقین و اعتبار کے مراتب تک پہنچاتا ہے۔ بعض کو تصور اسمِ اللّٰہ ذات سے معرفت و محبت کا مشاہدہ اور باعیان معراج نصیب ہو جاتی ہے جس سے وہ لاھوت لامکان میں ساکن ہو کر سب کچھ عین دیکھتے ہیں۔ (نور الہدیٰ کلاں)

✤ علمِ قرآن، علمِ حیُّ القیوم، علمِ نص و حدیث، علمِ لوحِ محفوظ، عرش سے لیکر فرش تک اور ماہ سے ماہی تک تمام علمِ غیب، علمِ سرِّ اسرارِ پروردگار، نفسانی و روحانی و قلبی احکامِ ربی، اٹھارہ ہزار عالم کی کل و جز مخلوقات کے درمیان جاری اللہ کے تمام حکم و حکمتیں، علمِ توریت، علمِ انجیل، علمِ زبور، علمِ فرقان اور چاروں اسمِ اعظم (اللّٰہ، لِلّٰہ، لَہٗ، ھُو) اسمِ اللّٰہ ذات کی طے میں ہیں۔ (نور الہدیٰ کلاں)

حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ اللہ پاک کو پانے کا راستہ اسمِ اللّٰہ ذات کے ذکر اور تصور میں ہی بتاتے ہیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

✤ آخر اصل اور کامل راہ کونسی ہے جو ایک ہی لمحے میں لازوال مراتبِ حضوری تک پہنچا کر وصالِ الٰہی سے بہرہ ور کر دیتی ہے اور جس میں کوئی رجعت لاحق نہیں ہوتی۔ ذکر و فکر، مراقبہ و

مکاشفہ، صوم وصلوٰۃ، ورد ووظائف، حج وزکوٰۃ، تلاوت وعلم سب میں رجعت کا خطرہ ہے۔ ہر وہ عمل جو ماسویٰ اللہ کسی اور نیت سے کیا جائے طالب کے لیے باعثِ رجعت ہے۔ لیکن تصور و توفیقِ حاضراتِ اسمِ اللہ ذات سے حاصل ہونے والے مراتب رجعت سے ہمیشہ کے لیے نجات دلا دیتے ہیں اور طالب تصورِ اسم اللہ، تفکر فنا فی اللہ، تصرف بقا باللہ اور مرشد کامل کی توجہ سے حضوری کے لازوال مراتب کو پالیتا ہے۔ (نور الہدیٰ کلاں)

❖ تصورِ اسمِ اللہ ذات سے دل میں انوارِ الٰہی پیدا ہوتے ہیں جن سے سرتا قدم سارا وجود نور سے منور ہو جاتا ہے۔ یہ مراتب اہلِ تصور مشرفِ دیدار کے ہیں۔ ذکر وفکر اور ورد و وظائف سے رجوعاتِ خلق ہوتی ہے جس سے نفس کا حجاب موٹا ہوتا ہے اور وسوسے اور وہمات متشکل ہو کر تجلیات برساتے ہیں جس سے ایک مجلس دکھائی دیتی ہے اور احمق لوگ اسے حضوری و وصال سمجھ بیٹھتے ہیں۔ باخبر ہو جا کہ حدیث شریف میں بیان ہوا ہے:

❖ **كُلُّ اِنَاءٍ يَتَرَشَّحُ بِمَا فِيْهِ**

ترجمہ: برتن سے وہی کچھ باہر آتا ہے جو اس میں ہوتا ہے۔

پس اس حدیث کی روشنی میں خود کو پہچان لے۔ (نور الہدیٰ کلاں)

❖ فقیر کے مغز و پوست میں اسمِ اللہ ذات کا ذکر جاری ہو جاتا ہے اور یہ ذکر اس کی ہڈیوں میں، اس کی آنکھوں میں اور اس کے چمڑے میں بھی جاری ہو جاتا ہے۔ پس قلبی ذاکر کا تمام بدن اسمِ اللہ ذات بن جاتا ہے اور اس میں اسمِ اللہ ذات جاری ہو جاتا ہے.......... ایسے فقیر کا وجود قدرتِ الٰہی کا نمونہ بن جاتا ہے۔ (محبت الاسرار)

❖ جو فقیر فقر کے مرتبۂ سلطان الوھم تک مکمل رسائی حاصل کر لیتا ہے اس پر قربِ اللہ سے تمام علوم نازل ہوتے ہیں۔ قدرتِ الٰہی کے مرسل سے اس پر ہزار ہا ہزار بلکہ بے شمار پیغامات علمِ لدنّی اور وارداتِ غیبی کی صورت میں وارد ہوتے ہیں۔ اسم اللہ ذات کے تصور سے عارف باللہ ایک لحظہ میں ہزار ہا بلکہ لاکھوں کروڑوں مقامات طے کر لیتا ہے۔ (قربِ دیدار)

❖ سن! معرفتِ الٰہی، قربِ توحید اور مشاہدۂ حضوری کا سلک سلوک یہ ہے کہ جب طالبِ مولیٰ اسمِ اللہ ذات کے ساتھ کلمہ طیب لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کو اپنے تصور اور تصرف میں لاتا ہے تو اسمِ اللہ ذات اور کلمہ طیب کے ہر حرف سے نور کی تجلیات نکلتی ہیں جو اہلِ تصور کو لامکان میں مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری میں پہنچا دیتی ہیں۔ لامکان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مدِ نظر رہتا ہے جہاں وحدانیت کے سمندر میں طرح طرح کی موجیں ''وَحْدَہٗ وَحْدَہٗ'' کے نعرے بلند کرتی رہتی ہیں۔ جو نورِ توحیدِ الٰہی کے سمندر کے کنارے تک پہنچ جاتا اور اسے دیکھ لیتا ہے وہ عارف باللہ ہو جاتا ہے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے دست مبارک سے جن سالکوں کی گردن پکڑ کر وحدت کے اس سمندر میں غوطہ دیتے ہیں وہ غواصِ توحید ہو جاتے ہیں اور مرتبہ فنا فی اللہ پر پہنچ جاتے ہیں۔ وحدت کے سمندر میں غوطہ زن ہونے کے بعد بعض سالک تو مجذوب ہو جاتے ہیں اور بعض مجذوب سالک اہلِ توحیدِ ذات ہو جاتے ہیں۔ مراتبِ ذات اہلِ درجات سے پوشیدہ ہیں۔ جو بے مثل نورِ توحید کے سمندر میں غرق ہو جائے وہ لامکان میں پہنچ جاتا ہے۔ لامکان غیر مخلوق ہے اور اس کی مثال کسی چیز سے نہیں دی جا سکتی۔ اس مقام کا نام لامکان اس لیے ہے کیونکہ وہاں نہ دنیا کی گندگی کی بو ہے اور نہ ہی نفس کی ناپسندیدہ خواہشات کی گنجائش ہے۔ یہ بندگی میں دائمی غرق ہونے کا مقام ہے۔ لامکان میں شیطان کے داخلے کا کوئی امکان نہیں۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:

◆ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ (سورۃ البقرہ۔ 115)

ترجمہ: پس تم جدھر بھی دیکھو گے تمہیں اللہ کا چہرہ ہی نظر آئے گا۔

لامکان میں تم جدھر بھی دیکھو گے تمہیں ہر طرف توحید کا نور ہی نظر آئے گا۔ یہ مراتب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رفاقت، شریعت اور کلمہ طیب لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی برکت سے حاصل ہوتے ہیں۔ لامکان کی یہ راہ تحقیق کی راہ ہے۔ اس میں شک کرنے والا زندیق ہے۔

(شمس العارفین)

✤ جان لو کہ احوال کے ساتھ کیا جانے والا ذکرِ اسمِ اللہ ذات اور مشق مرقومِ وجودیہ وجود کو حیات عطا کرتے ہیں، دنیا و آخرت میں نجات کا باعث بنتے ہیں اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دائمی حضوری عطا کرتے ہیں۔ اسمِ اللہ ذات کی تاثیر سے ذاکر کا وجود اور ظاہر و باطن آیاتِ قرآن وحدیث کے موافق پاک ہو جاتے ہیں کہ ذاکر کی زبان اللہ کی تلوار ہے اور ذاکر اس فرمان کے مطابق ہوتا ہے:

✤ اَلْمُفْلِسُ فِیْ اَمَانِ اللّٰہِ

ترجمہ: مفلس اللہ کی امان میں ہے۔

ایسا ذاکر گنجِ الٰہی ہوتا ہے اور اس کا راز اللہ کا راز ہوتا ہے کیونکہ وہ شرک، کفر، بدعت اور خواہشات سے پاک ہوتا ہے۔ ذاکر کی آنکھ حق کا دیدار کرنے والی ہوتی ہے اور وہ باطل اور بے دین اہلِ دنیا سے بیزار ہوتا ہے۔ ذاکر کا سینہ علمِ معرفتِ توحید سے پُر ہوتا ہے اور وہ ریا اور تقلید سے پاک ہوتا ہے۔ ذاکر کا ہاتھ صفتِ کریم کا حامل ہوتا ہے، اس کے قدم شریعت اور صراطِ مستقیم پر قائم ہوتے ہیں اور وہ امر معروف کے ذریعے نفس کے خلاف جہاد کے لیے کمر بستہ رہتا ہے۔ ذاکر کے لیے بس اللہ ہی کافی ہوتا ہے اس لیے اس کے وجود میں ہوس اور خواہشات باقی نہیں رہتیں۔ ذاکر کا وجود تصور اسمِ اللہ ذات کے ذریعے اصل تک پہنچ چکا ہوتا ہے اس لیے وہ جو کچھ دیکھتا ہے وہ معرفتِ الٰہی، تجلیاتِ نورِ ذات، مشاہدۂ حضوری اور وصال کا راز ہوتا ہے۔ ذاکر کے ساتوں اندام ذکرِ اللہ کی بدولت اسمِ اللہ ذات میں غرق ہو کر مکمل نور ہو چکے ہوتے ہیں جس کی بدولت وہ ہمیشہ اللہ کی نظر اور حضوری میں ہوتا ہے۔ (کلید التوحید کلاں)

✤ جان لے کہ جب قلب جنبش کرتا ہے تو صاحبِ قلب تصور اسمِ اللہ ذات سے اپنے قلب پر اسمِ اللہ ذات کے منقش نقش کو واضح طور پر دیکھتا ہے۔ اسمِ اللہ ذات کے ہر حرف سے سورج کی طرح نور کے شعلے نکلتے ہیں جو اس کے قلب کے اردگرد کو روشن اور درخشاں کر دیتے ہیں اور اس کا قلب سر سے پاؤں تک نورِ ذات کی تجلیات میں گھر جاتا ہے۔ اس کے قلب کی زبان یا اَللّٰہُ،

یَآ اَللّٰہُ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا ذکر کرتی ہے۔اس کا قلب جتنی مرتبہ اسمِ اللہ کے ساتھ کلمہ طیب کا ذکر کرتا ہے ہر مرتبہ اسے ستر ہزار ختمِ قرآن کا ثواب بلکہ اس سے بھی زیادہ بے حدو بے شمار ثواب ملتا ہے۔ایسا صاحبِ قلب ذاکر جب اسمِ اللہ ذات کے تصور میں آنکھیں بند کر کے مراقبہ کرتا ہے اور استغراق کے ساتھ اپنے قلب کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو وہ تجلیاتِ ذات کے نور میں غرق ہو کر حضوریٔ ربوبیت کا مشاہدہ کرتا ہے۔پس اللہ کے حکم اور اسمِ اللہ ذات کے نور کی عظمت و برکت اور کلمہ طیب لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی برکت سے اس کے اسی (80) سال کے گناہ کراماً کاتبین کے دفاتر سے مٹا دیئے جاتے ہیں۔یہ پوشیدہ اور بے ریا عمل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہمیشہ قبول و منظور ہے کیونکہ اللہ کی نظر ہمیشہ دِل پر ہوتی ہے۔(شمس العارفین)

- جان لے کہ جب صاحبِ تصور اسمِ اللہ ذات، اسمِ اللہ ذات کے حروف میں غرق ہوتا ہے تو اسے اسمِ اللہ ذات کا ہر حرف زمین و آسمان کے ساتوں طبقات، عرش و کرسی، لوح و قلم بلکہ دونوں جہانوں سے وسیع نظر آتا ہے۔پس جو کوئی اس وسیع مقام میں آجاتا ہے اسے معرفتِ توحیدِ مطلق حاصل ہو جاتی ہے اور وہ تجرید و تفرید کے مقامات سے گزر کر فنا فی اللہ بقا باللہ ہو جاتا ہے۔ جو کوئی اسمِ ذات کے ان حروف میں سے کسی ایک حرف کا بھی محرم ہو جاتا ہے وہ اہلِ ذات ہو جاتا ہے، اس کا وجود مطلق پاک ہو جاتا ہے۔پس جو کوئی اسمِ اللہ ذات پاک کے حروف میں محو ہو جائے اسے قیامت کے دن حساب کتاب کا کیا خطرہ؟ (شمس العارفین)

- جو اسمِ اللہ کی معرفت کا محرم ہو جاتا ہے، دنیا اور آخرت کی ہر چیز اس پر منکشف ہو جاتی ہے اور وہ معروف عارف بن جاتا ہے۔ظاہر میں وہ مخلوق کے نزدیک حقیر اور خوار ہوتا ہے لیکن باطن میں وہ ہوشیار ہوتا ہے۔وہ مقربِ پروردگار ہوتا ہے اور تمام انبیا، اولیا اور اہلِ بہشت کی ارواح اس کی مشتاق ہوتی ہیں۔ایسے عارف کو اسمِ اللہ ذات کے حروف کا عارف باللہ کہتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ عارف کی نشست و برخاست اور جو کام بھی وہ کرتا ہے سب اللہ تعالیٰ کے حکم اور

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اجازت سے ہوتا ہے۔ ان کا کوئی بھی دینی و دنیاوی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔

فِعْلُ الْحَکِیْمِ لَا یَخْلُوْا عَنِ الْحِکْمَۃِ

ترجمہ: حکیم کا کوئی کام بھی حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔

اس کا ہر حال، ہر قال، ہر عمل اور ہر فعل معرفت و وصالِ الٰہی کی بنا پر ہوتا ہے کیونکہ ان سب کی بنیاد تصورِ اسمِ اللہ ذات پر ہے۔ (شمس العارفین)

- جس قدر کسی کا علمِ کُلّی بڑھتا ہے اُسی قدر اُس کی عقلِ کُلّی میں اضافہ ہوتا ہے۔ جس کی راہبر عقلِ کُل ہو جاتی ہے اُس کے ہر عضو میں اسمِ اللہ کی برکت سے شوقِ توحید، طلبِ مولیٰ، صفائی دِل، معرفتِ الٰہی، کشف الاسرار، حیرت، خوف و رجا، ترک و توکل اور جملہ صفاتِ الٰہیہ جمع ہو جاتی ہیں اور وہ ہر گناہِ ناشائستہ سے تائب ہو کر طاعت و امانِ الٰہی اور تصورِ اسمِ اللہ میں غرق ہو جاتا ہے۔ خاص الخاص اِستغراق یہ ہے کہ بندہ جب تصورِ اسمِ اللہ میں غرق ہوتا ہے تو اُس کی روح پُرفتوح جسے روح الفرح فیض اللہ کہتے ہیں، جثہ نورِ اللہ کی صورت میں چشمۂ ذکرِ نورِ اللہ سے نکل کر اسمِ اللہ کی اُس نوری قندیل میں آ جاتی ہے جو وحدتِ الٰہی کے نور سے پُر اتنی وسیع ہے کہ شش جہات (چھ سمتیں) اُس کا احاطہ نہیں کر سکتیں کہ اُس کی سمائی کسی مکان میں نہیں، نہ اُس کا کوئی نشان ہے اور نہ ہی اُس کی صورت کا کوئی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ جو آدمی اُس مقام پر پہنچ جاتا ہے مطلق صاحبِ استغراق ہو جاتا ہے۔ اُس کے اِس مرتبے کو مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا ط اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا یَمُوْتُوْنَ (ترجمہ: مرنے سے پہلے مرجاؤ۔ بے شک اولیا اللہ مرتے نہیں) کا مرتبہ کہتے ہیں۔ اِس مقام پر ولی اللہ فقیر کے لیے موت و حیات برابر ہو جاتی ہے۔ وہ اس لیے کہ اُس کا جسم تو زیرِ خاک ہوتا ہے لیکن اُس کی روح عرش سے اوپر نورِ اللہ کی قندیل میں مشاہدۂ نورِ اللہ میں غرق ہوتی ہے۔ جس روز قیامت قائم ہو گی تمام اہلِ استغراق جثہ قبور میں آ کر کلمہ طیب لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا وِرد کرتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوں گے، اُن پر دیدارِ الٰہی کی مستی اِس قدر غالب ہو گی

کہ وہ اپنے سَر عرش پر مارتے ہوں گے۔ یہ ہے کمالِ شوق و معرفت، تصور و تصرفِ اسمِ اللہ برحق۔ ایسے ہی فقیر کو صاحبِ گنج فقیر کہتے ہیں یعنی وہ فقیر کہ جسے اسمِ اللہ کی برکت سے بلارنج معرفتِ وصال حاصل ہو۔ (محک الفقر کلاں)

سلطان الاذکار ھُو

ھُو سلطان الاذکار ہے جس کے بارے میں حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

باھُو در ھُو گم شدہ فی اللہ فنا
نام باھُوؒ متصل شد با خدا

ترجمہ: باھُوؒ ھُو میں گم ہو کر فنا فی اللہ ہو گیا اور باھُوؒ کا نام اللہ کے ساتھ متصل ہو گیا۔

باھُوؒ با ھُو فنا، با ھُو بقا شد
کہ اوّل آخر رازِ ھُو بقا شد

ترجمہ: باھُوؒ، ھُو میں فنا ہو کر ھُو کے ساتھ بقا پا گیا کیونکہ اوّل آخر ھُو کا راز اُسے مل گیا۔

باھُوؒ در ھُو گم شدہ باھُوؒ نہ ماند
باھُوؒ از ھُو یافتہ 'یاھُو' بخواند

ترجمہ: ھُو میں گم ہونے کے بعد باھُوؒ باقی نہ رہا۔ باھُوؒ نے 'یاھُو' کا ذکر ھُو سے پایا۔ (نور الہدیٰ کلاں)

ہر کہ ذکرِ 'ھُو' ز باھُوؒ یافتہ
بشنود 'یاھُو' از کبوتر فاختہ

ترجمہ: جس نے بھی باھُوؒ سے ذکرِ ھُو حاصل کیا اسے کبوتر و فاختہ کی آواز میں بھی یاھُو کی صدا آتی ہے۔ (نور الہدیٰ کلاں)

باھُو در ھُو گم شدہ، گمنام را کہ یافتہ؟
ہم صحبتم با مصطفیٰؐ در نور فی اللہ ساختہ

ترجمہ: باھُوؒ ھُو میں گم ہو گیا ہے، ایسے گمنام کو کیسے ڈھونڈا جا سکتا ہے؟ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صحبت میں رہتا ہوں اس لیے نورِ الٰہی میں غرق ہو کر نور ہی بن گیا ہوں۔ (نورالہدیٰ کلاں)

از قبرِ باھُوؒ ھُو برآید حق بنام
ذاکران را انتہا ''ھُو'' شد تمام

ترجمہ: باھُوؒ کی قبر سے 'ھُو' کی صدا بلند ہوتی رہتی ہے جو نامِ حق ہے۔ ھُو ذاکروں کا انتہائی ذکر ہے۔ (نورالہدیٰ کلاں)

باھُوؒ در ھُو گم شدہ باھُوؒ نماند
نُورِ باھُوؒ روز و شب یاھُو بخواند

ترجمہ: باھُوؒ جب 'ھُو' میں گم ہو گیا تو اس کی اپنی ہستی باقی نہ رہی۔ اب وہ نوری صورت اختیار کر کے صبح وشام یاھُو کا ورد کرتا ہے۔ (نورالہدیٰ کلاں)

باھُوؒ از میانِ ھُو چشم می بیند خدا
درمیانِ ھُو ببین وحدت لقا

ترجمہ: باھُوؒ چشمِ ھُو سے دیدارِ الٰہی کرتا ہے۔ اے طالب تو بھی باصفا ہو کر مقامِ وحدت پر پہنچ اور چشمِ ھُو سے دیدار کر۔ (نورالہدیٰ کلاں)

باھُوؒ مرا ھُو یار شد
ایں بختِ من بیدار شد
با ہمنشین دِلدار شد
در عشقِ اُو پروانہ ام
از جان خود بیگانہ ام

ترجمہ: اے باھُوؒ! ھُو میرا یار بن گیا ہے اور میرے بخت جاگ گئے ہیں کہ میں اپنے دلدار کے عشق میں پروانہ وار جل کر اور خود سے بیگانہ ہو کر اس کا ہمنشین ہو چکا ہوں۔ (عین الفقر)

نماندہ پردہ باھُوؒ گشت یاھُو
کہ ذِکرش روز و شب یاھُو گفت باھُوؒ

ترجمہ: باھُوؒ کے سامنے کوئی پردہ باقی نہ رہا اور باھُوؒ یاھُو ہو گیا کیونکہ باھُو صبح شام ذکرِ یاھُو کرتا ہے۔

(عین الفقر)

کسے بس ذکر گوید ھُو ہویدا
وجودش می شود زاں نور پیدا

ترجمہ: جس شخص کے وجود میں ذکرِ ھُو جاری ہو جاتا ہے اُس کا وجود نورِ ذات میں ڈھل جاتا ہے۔

اسمِ اعظم انتہا با ھُو بود
وردِ باھُوؒ روز و شب یاھُو بود

ترجمہ: اسمِ اعظم انتہا یعنی ھُو تک لے جاتا ہے اسی لیے باھُوؒ دن رات یاھُو کا ورد کرتا ہے۔ (کلید التوحید کلاں)

باھُوؒ را ھُو بُرد با آورد برد
ہر کہ با آن عین بیند او نمرد

ترجمہ: باھُوؒ کو 'ھُو' اپنے ساتھ لے گیا اور 'با' یہیں رہ گیا۔ جو اس کا ساتھ اختیار کر کے عین ذات کو دیکھ لیتا ہے وہ کبھی نہیں مرتا۔ (عین الفقر)

اسمِ یاھُو گشت باھُوؒ راہ بر
پیشوائے شد محمدؐ معتبر

ترجمہ: اسمِ یاھُو نے باھُوؒ کا راہبر اور پیشوا بن کر اُسے مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی معتبر حضوری سے مشرف کر دیا ہے۔

ابتدا ھُو انتہا ھُو ہر کہ با ھُو می رسد
عارفِ عرفان شود ہر کہ با ھُو 'ھُو' شود

ترجمہ: ابتدا بھی ھُو ہے اور انتہا بھی ھُو ہے۔ جو کوئی ھُو تک پہنچ جاتا ہے وہ عارف ہو جاتا ہے اور ھُو میں فنا ہو کر 'ھُو' بن جاتا ہے۔

❖ مُلک و مِلک بیک ھُو زدہ ناچیز کنیم
ما کہ در قلزمِ توحید نہنگ آمدہ ایم

ترجمہ: ہم نے اسمِ ھُو کی ایک ہی ضرب سے ملک وملکیت کو نیست ونابود کر دیا ہے کہ ہم قلزمِ توحید کے مگر مچھ ہیں۔

۱۔ باھُوؒ بہ یک نقطہ یاھُو می شود
وردِ باھُوؒ روز و شب یاھُو بود

۲۔ اسمِ ھُو سیف است باھُوؒ بر زبان
قتل کن ایں نفس کافر ہر زمان

ترجمہ: (۱) باھُوؒ ایک ہی نقطے کے اضافے سے یاھُو بن جاتا ہے لہٰذا باھُوؒ رات دن یاھُو کے ذکر میں غرق رہتا ہے۔ (۲) باھُوؒ کی زبان پر ہر وقت اسمِ ھُو کا ورد جاری رہتا ہے جو ایک ننگی تلوار ہے اور ہر وقت کافر نفس کو قتل کرتی رہتی ہے۔

❖ اگر تُو 'ھُو' کے اسرار حاصل کرنا چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے سوا ہر شے کو دِل سے نکال دے۔

(قربِ دیدار)

❖ جس کے وجود میں اسمِ ھُو کی تاثیر پیدا ہوتی ہے اُسے ھُو سے اُنس ہو جاتا ہے اور پھر وہ غیر ماسویٰ اللہ تمام لوگوں سے وحشت کھاتا ہے۔ (عین الفقر)

❖ جب کوئی دل کے ورق سے اسمِ ھُو کا مطالعہ کر لیتا ہے تو پھر اُسے کوئی چیز اچھی نہیں لگتی۔ ایسی حالت میں وہ خَلق کی نظر میں بے شعور ہوتا ہے مگر خالق کے ہاں صاحبِ حضور ہوتا ہے۔

(محک الفقر کلاں)

❖ ذکرِ ھُو کرتے کرتے جب ذاکر کے وجود پر اسمِ ھُو غالب آ کر اُسے اپنے قبضے میں لے

لیتا ہے تو اس کے وجود میں ھُو کے سوا کچھ نہیں رہتا۔ (محک الفقر کلاں)

- شریعت ناسوت ہے، طریقت ملکوت ہے، حقیقت جبروت ہے، معرفت لاھُوت ہے اور ان کا جامع ذکر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اَللّٰہ اور ھُو ہے۔ لَآ اِلٰہَ ذکرِ ناسوت ہے، اِلَّا اللّٰہُ ذکرِ ملکوت ہے، اَللّٰہ ذکرِ جبروت ہے اور ھُو ذکرِ لاھُوت ہے۔ (محک الفقر کلاں)

لاھُوت وہ جہان ہے جس کی حد پر معراج کی رات جبرائیل علیہ السلام نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا تھا کہ اگر میں جبروت سے نکل کر لاھُوت کی حد میں داخل ہونے کی کوشش کروں گا تو جل جاؤں گا، یہاں سے آگے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تنہا ہی سفر فرمائیں۔ لاھُوت لامکان میں دیدارِ الٰہی ہے اور یہاں داخلہ ذکرِ ھُو سے ہی ممکن ہے اور یہ صرف انسان کا شرف ہے۔

- پنجابی ابیات میں حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ اسم اللہ ذات اور سلطان الاذکار ھُو کے بارے میں فرماتے ہیں:

الف اَللّٰہ چنبے دی بوٹی، میرے من وِچ مُرشد لائی ھُو
نفی اَثبات دا پانی مِلیس[1]، ہر رگے ہر جائی ھُو
اندر بوٹی مُشک مچایا، جاں پھلاّں تے آئی ھُو
جیوے مُرشد کامل باھُوؒ، جیں ایہہ بوٹی لائی ھُو

اس بیت میں سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ نے اسمِ اللہ ذات کو چنبیلی کے پودے، جسے موتیا بھی کہتے ہیں، سے تشبیہ دی ہے۔ سلطان العارفین سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ پہلے عارف ہیں جنہوں نے اسمِ اللہ ذات کے لیے ''چنبے دی بوٹی'' کا استعارہ استعمال فرمایا ہے۔ چنبیلی کے پودے کی پہلے پنیری (بوٹی) لگائی جاتی ہے اور جب وہ آہستہ آہستہ نشوونما پا کر ایک مکمل پودا بن جاتا ہے تو چنبیلی کے پھولوں سے لد جاتا ہے اور اس کی خوشبو پورے ماحول کو مہکا دیتی ہے۔ اسی طرح جب مرشد طالب کو ذکر و تصور اسمِ اللہ ذات عطا فرماتا ہے تو گویا اس کے

---

[1] بعض نسخوں میں ''ملیوس'' آیا ہے معنی دونوں کے ایک ہی ہیں یعنی ''ملنا''

دِل میں ایک پنیری لگا دیتا ہے اور اسمِ اللہ ذات کا نور مرشد کی نگہبانی میں آہستہ آہستہ طالبِ صادق کے پورے وجود میں پھیل کر اس کو منور کر دیتا ہے۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرا مرشد کامل ہمیشہ حیات رہے جس نے مجھ پر فضل و کرم اور مہربانی فرمائی اور اسمِ اللہ ذات عطا فرما کر اپنی نگاہِ کامل سے میرے دِل میں اسمِ اللہ ذات کی حقیقت کو کھول دیا ہے۔ اس نے نفی (لَآ اِلٰہَ) سے تمام غیر اللہ اور بتوں کو دِل سے نکال دیا ہے اور اثبات (اِلَّا اللّٰہُ) کا راز کھول کر مجھے اسم سے مسمّٰی تک پہنچا دیا ہے۔ اب یہ راز اور اس کے اسرار میری رگ رگ، ریشہ ریشہ اور مغز و پوست تک میں سرایت کر گئے ہیں۔ اب تو اسمِ اللہ ذات پورے وجود کے اندر اتنا سرایت کر چکا ہے کہ جی چاہتا ہے کہ جو اسرار اور راز مجھ پر کھل چکے ہیں اُن کو ساری دنیا پر ظاہر کر دوں لیکن خواص کے یہ اسرار عام لوگوں پر ظاہر نہیں کیے جا سکتے اسی لئے اِن رازوں کو سنبھالتے سنبھالتے جان لبوں تک آ چکی ہے۔ ظاہر باطن میں جدھر بھی نظر دوڑاتا ہوں اب مجھے اسمِ اللہ ذات ہی نظر آتا ہے اور حالت اس آیت کی مثل ہو چکی ہے کہ ’’تم جس طرف بھی دیکھو گے تمہیں اللہ کا چہرہ ہی نظر آئے گا۔‘‘ (سورۃ البقرہ۔115)

اندر ھُو تے باہر ھُو، ایہہ دَم ھُو دے نال چلیندا ھُو
ھُو دا داغ محبت والا، ہر دَم پیا سڑیندا ھُو
جتھے ھُو کرے رُشنائی، اُوتھوں چھوڑ اندھیرا ویندا ھُو
میں قُربان تنہاں توں باھُوؒ، جیہڑا ھُو نوں صحی کریندا ھُو

اس بیت میں سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ سلطان الاذکار ھُـو کے اسرار بیان فرما رہے ہیں کہ جو طالب تصورِ اسمِ اللہ ذات، ذکرِ ھُو اور مرشد کامل اکمل کی مہربانی سے ھُو کا راز حاصل کر لیتا ہے اُسے ظاہر و باطن میں ہر طرف ھُـو ہی نظر آتا ہے اور حالت یہ ہو جاتی ہے ’’تم جس طرف بھی دیکھو گے تمہیں اللہ تعالیٰ کا چہرہ ہی نظر آئے گا‘‘ (سورۃ البقرہ۔115)۔ ھُـو کی محبت جب دِل کے اندر گھر کر لیتی ہے تو دوسری ہر محبت جل کر راکھ ہو جاتی ہے اور صرف ذاتِ

باری تعالیٰ کی محبت اور عشق ہی باقی رہ جاتا ہے۔ اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اُن لوگوں کے قربان جاؤں جو ھُو کے راز کو حاصل کرنے کے لیے ہر لمحہ بے قرار اور بے سکون رہتے ہیں اور پھر اپنی منزل ھُو کو پا ہی لیتے ہیں۔

جس الف مطالیہ کیتا، ب دا باب نہ پڑھدا ھُو
چھوڑ صفاتی لدھیوس ذاتی، اوہ عامی دُور چا کردا ھُو
نفس امارہ کُتڑا جانے، ناز نیاز نہ دَھردا ھُو
کیا پرواہ تنہاں نوں باھُوؒ، جنہاں گھاڑو لدّھا گھر دا ھُو

جن طالبانِ مولیٰ کو مرشد کامل نے اسمِ اللہ ذات کا ذکر اور تصور عطا کر دیا ہو وہ نفسِ امارہ کی خواہشات کی پیروی نہیں کرتے اور نہ ہی دوسرے علوم اور ورد وظائف کی طرف متوجہ ہوتے ہیں کیونکہ انہیں ذات مل چکی ہے۔ صفات، دوسرے ورد وظائف اور علوم کی طرف متوجہ ہونے کی انکے پاس فرصت ہی نہیں۔ اُن خوش نصیبوں کو کسی اور سہارے کی کیا ضرورت ہے جن کو مرشدِ کامل اکمل صاحبِ مسمّٰی اور اسمِ اللہ ذات کی نعمت مل گئی ہو۔

ب ت پڑھ کے فاضل ہوئے، ہک حرف نہ پڑھیا کسّے ھُو
جیں پڑھیا تیں شوہ نہ لدّھا، جاں پڑھیا کُجھ تسّے ھُو
چوداں طبق کرن رُشنائی، انّھیاں کُجھ نہ دِسّے ھُو
باجھ وصال اللہ دے باھُوؒ، سبھ کہانیاں قِصّے ھُو

زاہد وظائف اور دیگر ذکر اذکار کر کے اور علما تمام علوم کا مطالعہ کر کے عالم فاضل تو بن گئے مگر ایک حرف الف یعنی ''اسمِ اللہ ذات'' کی حقیقت اور اسرار سے بے خبر ہیں۔ اگر اسمِ اللہ کا ورد اور ذکر کیا بھی تو وہ بھی مرشد کامل اور طلبِ صادق کے بغیر، پھر بھلا دیدارِ الٰہی کیسے حاصل ہوتا۔ زمین اور آسمان اسمِ اللہ ذات سے روشن ہیں مگر ان دِل کے اندھوں کو کچھ نظر نہیں آتا۔ وصالِ الٰہی (فنا فی ھُو) کے بغیر باقی سب مقامات اور منازل بے کار اور بے فائدہ ہیں۔

جنہاں شَوہ الف تھیں پایا، پھول قرآن نہ پڑھدے ھُو
اوہ مارَن دَم محبت والا، دُور ہویونے پَردے ھُو
دوزخ بہشت غلام تنہاندے، چا کیتونے بَردے ھُو
میں قربان تنہاں توں باھُوؒ، جیہڑے وحدت دے وِچ وَڑدے ھُو

دونوں جہان کا علم قرآنِ مجید میں ہے، علمِ قرآن کلمہ طیبہ کی طے میں ہے اور کلمہ طیبہ اسمِ اللہ ذات کی طے میں ہے۔ اِسی لیے اس بیت میں آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جنہوں نے محبوبِ حقیقی ذاتِ حق تعالیٰ کو اسمِ اللہ ذات سے پا لیا ہے انہیں علمِ لدنّی حاصل ہو گیا ہے۔ جس کی بدولت انہیں قرآنِ مجید کے تمام ظاہری اور باطنی علوم حاصل ہو چکے ہیں۔ محبتِ الٰہی سے ان کے ظاہر و باطن کے تمام حجابات دور ہو گئے ہیں اور بہشت و دوزخ تو بفضلِ خدا اُن کے غلام بن چکے ہیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اُن کے قربان جاؤں جو دریائے وحدت میں غرق ہو کر خود وحدت ہو جاتے ہیں۔

جس دِل اِسم اللہ دا چمکے، عشق وِی کردا ہلّے ھُو
بُو کستوری دی چھپدی ناہیں، بھانویں دے رکھیئے سے پلّے ھُو
انگلیں پچھے دِینہہ ناہیں چھُپدا، دریا نہ رہندے ٹھلّے ھُو
اسیں اوسے وِچ اوہ اساں وِچ، باھُوؒ یاراں یار سَوَلّے ھُو

جس طالب کے دل کے اندر اسم اللہ ذات آفتاب کی مانند روشن ہو جاتا ہے وہ دیدارِ الٰہی سے مشرف ہو کر عشقِ اللہ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اس کا عشق دِل کے اندر پوشیدہ نہیں رہتا بلکہ اسی طرح ظاہر ہو جاتا ہے جس طرح کستوری کی خوشبو، سورج کی روشنی اور دریاؤں کے پانی کو کوئی نہیں روک سکتا۔ آخر کار طالبِ مولیٰ اپنی ہستی کو ختم کر کے اللہ پاک کی ذات میں فنا ہو جاتا ہے اور اللہ اس کی ذات میں ظاہر ہو جاتا ہے۔

دِل تے دفتر وحدت والا، دائم کریں مطالیا ھُو
ساری عمراں پڑھدیاں گزری، جہلاں دے وِچ جالیا ھُو
اِکّو اِسم اللہ دا رکھیں، اپنا سبق مطالیا ھُو
دوہیں جہان غلام تنہاندے باھُوؒ، جیں دِل اللہ سمجھالیا ھُو

اے طالبِ مولیٰ! تیرے دِل میں وحدت کی کتاب موجود ہے اس کا ہمیشہ مطالعہ کر۔لیکن تیری تو تمام عمر کتابیں اور علم پڑھتے ہوئے بھی جہالت میں گزری ہے۔صرف اسمِ اللہ ذات کا ذکر اور تصور کر کہ یہی پہلا اور آخری سبق ہے۔اگر تُو نے دِل کے اندر پوشیدہ اسم اللہ ذات کی امانت کو پالیا تو دونوں جہان تیرے غلام ہوں گے کیونکہ اسمِ اللہ ذات کے ذکر سے ہی اللہ تعالیٰ کی ذات حاصل ہوتی ہے۔

سینے وِچ مقام ہے کَیندا، سانوں مُرشد گل سمجھائی ھُو
اِیہو سَاہ جو آوے جاوے، ہور نہیں شے کائی ھُو
اِس نوں اِسم الاعظم آکھن، اِیہو سِرّ اِلٰہی ھُو
اِیہو موت حیاتی باھُوؒ، اِیہو بھیت اِلٰہی ھُو

آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مرشدِ کامل نے ہمیں اس راز سے آگاہ کر دیا ہے کہ دل (باطن) کے اندر حق تعالیٰ کا مقام ہے۔تصور اور سانس کے ذریعے جو ذکرِ اسمِ اللہ ذات کیا جا رہا ہے یہی اسمِ اعظم ہے، یہی اللہ تعالیٰ کا سِرّ ہے اور یہی موت وحیات ہے۔یعنی جو سانس ذکرِ اسمِ اللہ ذات کے ساتھ نکلتا ہے وہ حیات ہے اور اسمِ اللہ ذات کے ذکر کے بغیر نکلنے والا سانس مُردہ ہے۔دِل کے اندر اللہ تعالیٰ کا دیدار حیات ہے اور اس سے محرومی موت ہے جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں ''میں نے دِل میں اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا۔''

ضروری نفس کُتے نوں، قیما قیم کچیوے ھُو
نال محبت ذِکر اللہ دا، دَم دَم پیا پڑھیوے ھُو

ذِکر کنوں ربّ حاصل تھیندا، ذاتوں ذات دِسیوے ھُو
دوہیں جہان غلام تنہاندے باھُوؒ، جنہاں ذات لبھیوے ھُو

راہِ فقر میں ضروری ہے کہ عشق سے ہر سانس کے ساتھ دائمی ذکر اور تصور اسمِ اللہ ذات کیا جائے اور سگ صفت نفس کو ذرّہ ذرّہ، ریزہ ریزہ کر کے فنا کیا جائے۔ تصورِ اسمِ اللہ ذات کے بغیر نفس نہیں مرتا خواہ ظاہری عبادات کرتے کرتے پیٹھ کبڑی ہو جائے۔ ذکر اور تصور اسمِ اللہ ذات سے جب نفس مر جاتا ہے تو دیدارِ ربّ تعالیٰ حاصل ہوتا ہے اور جسے ذاتِ حق تعالیٰ مل جائے دونوں جہان اس کے غلام ہو جاتے ہیں۔

عاشق راز ماہی دے کولوں، کدی نہ ہوون واندے ھُو
نیندر حرام تنہاں تے ہوئی، جیہڑے اِسمِ ذات کماندے ھُو
ہِک پَل مول آرام نہ کردے، دِینہہ رات وَتن کُرلاندے ھُو
جنہاں الف صحی کر پڑھیا باھُوؒ، واہ نصیب تنہاندے ھُو

عاشق محبوبِ حقیقی کے راز کی ہمیشہ حفاظت کرتے ہیں۔ جن عاشقانِ ذات نے اسمِ اللہ ذات کا عرفان حاصل کر لیا ہے اور محبوبِ حقیقی کے راز سے آگاہ ہو چکے ہیں انہیں یہ راز ہی بے چین اور بے قرار رکھتا ہے۔ نہ تو انہیں نیند آتی ہے اور نہ ہی آرام و سکون نصیب ہوتا ہے۔ دِن رات درد و سوز میں اپنے محبوبِ حقیقی سے فریاد کرتے رہتے ہیں کہ وہ کبھی انہیں خود سے دور نہ کرے کیونکہ محبوبِ حقیقی کے دیدار سے محرومی دونوں جہانوں میں سب سے بڑی بدبختی ہے۔ کتنے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنہوں نے اسمِ اللہ ذات کا رازِ حقیقی حاصل کر لیا ہے۔

مُوتُوا والی موت نہ ملی، جیں وِچ عشق حیاتی ھُو
موت وصال تھیسی ہِک، جدوں اِسم پڑھیسی ذاتی ھُو
عین دے وِچوں عین جو تھیوے، دُور ہووے قرباتی ھُو
ھُو دا ذِکر ہمیش سڑیندا باھُوؒ، دِینہاں سُکھ نہ راتی ھُو

اے خام طالب! ڈر، خوف اور حبِّ دنیا کی وجہ سے تجھے مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا والی موت نصیب نہ ہوئی جبکہ اسی موت میں حیاتِ جاودانی کا راز ہے۔ موت اور وصال تیرے وجود میں اس وقت یکتا ہوں گے جب سلطان الاذکار ھُــو کا ذکر تیرے لُوں لُوں میں جاری ہو جائے گا اور تیری ذات، ذاتِ حق تعالیٰ میں فنا ہو کر ''عین'' ہو جائے گی۔ یہاں پر تو مقامِ قرب کا بھی گزر نہیں ہے کیونکہ قرب دو کے درمیان ہوتا ہے جبکہ یہاں دوئی نہیں یکتائی ہے۔ ھُــو کا ذکر ایسا ہے جو عاشقِ حقیقی کو ہمیشہ بے چین رکھتا ہے اور اسے دردِ عشق میں جلاتا رہتا ہے، نہ اُسے رات کو سکون لینے دیتا ہے نہ دِن کو۔

ھُو دا جامہ پہن کراہاں، اِسم کماون ذاتی ھُو
کفر اِسلام مقام نہ منزل، ناں اُوتھے موت حیاتی ھُو
شہ رگ تھیں نزدیک لدھوسے، پا اندر وَنّے جھاتی ھُو
اوہ اساں وِچ اسیں اُنہاں وِچ، باھُوؒ دُور رہی قرباتی ھُو

اس بیت میں فقر کی انتہائی منزل فنافی ھُــو کا ذکر ہے۔ عارفین اسمِ ذات ھُــو کا ذکر کرتے ہیں اور ھُــو میں فنا ہو کر ھُــو کا لباس پہن لیتے ہیں۔ یہ لامکان ہے جہاں نہ کفر و اسلام ہے، نہ کوئی مقام و منزل اور نہ ہی وہاں موت اور زندگی ہے۔ اس مقام کو حاصل کرنے کے لئے دُور جانے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہ ذات تو شہ رگ سے بھی قریب ہے۔ ہم اس ذات میں اور وہ ہماری ذات میں اس طرح فنا ہو چکے ہیں کہ دوئی ختم ہوگئی ہے۔

یار یگانہ مِلسی تینوں، جے سر دی بازی لائیں ھُو
عشق اللہ وِچ ہو مستانہ، ھُو ھُو سدا الائیں ھُو
نال تصور اِسم اللہ دے، دَم نوں قید لگائیں ھُو
ذاتے نال جاں ذاتی رلیا، تد باھُوؒ نام سدائیں ھُو

اللہ تعالیٰ کی ذات تجھے تب حاصل ہوگی جب تُو عشق کی راہ میں قدم رکھے گا اور سر کی بازی لگائے

گا۔ اگر ذات کو حاصل کرنا چاہتا ہے تو عشقِ حق تعالیٰ میں بے خود ہو جا اور اس کے لئے ہر لمحہ ذکرِ ھُو میں غرق رہ اور ساتھ ساتھ تصور اسمِ اللہ ذات بھی جاری رکھ۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے اپنی ذات کو حق تعالیٰ کی ذات میں فنا کر لیا تو تب میرا نام باھُو ہوا۔

قلب جو ہلیا تاں کی ہویا، کی ہویا ذِکر زبانی ھُو
قلبی، رُوحی، خفی، سِرّی، سبھے راہ حیرانی ھُو
شہ رگ تھیں نزدیک جلیندا، یار نہ ملیا جانی ھُو
نام فقیر تنہاندا باھُوؒ، جیہڑے وَسدے لامکانی ھُو

اے طالب! اگر تیرا قلب کچھ دیر کے لئے ذکر سے ہلنے لگ گیا یا تُو نے زبانی ذکر کر لیا تو کون سا تیر مار لیا۔ اس راہ میں قلبی، رُوحی، خفی، سِرّی اذکار بھی منازلِ راہ کی طرح ہیں، اصل منزل نہیں ہیں۔ اصل مقصود تو شہ رگ سے بھی نزدیک رہنے والے حق تعالیٰ کا وصال ہے اور اصل فقیر تو وہ ہوتے ہیں جو ذاتِ حق میں فنا ہو کر لامکان میں جا بستے ہیں۔

مشق مرقومِ وجودیہ

مشق مرقومِ وجودیہ سے مراد نقش اسمِ اللہ ذات کو سامنے رکھ کر تفکر سے وجود کے مختلف اعضا پر انگشتِ شہادت سے اسمِ اللہ ذات لکھنا ہے۔ حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ مشق مرقومِ وجودیہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

- کل و جز کے ان تمام مراتب کو حاصل کرنا اور واصل باللہ ہونا مشق مرقومِ وجودیہ کے ذریعہ ممکن ہے۔ باتفکر مشقِ وجودیہ کرنے سے اسمِ اللہ ذات جسم میں روشن ہو جاتا ہے۔ بعد ازاں طالب کے وجود میں اسمِ اللہ ذات کے ہر حرف سے تجلیات کا نزول ہوتا ہے اور طالب ایک ہی لمحہ میں حضرت معروف کرخی رحمتہ اللہ علیہ کے مرتبے پر پہنچ کر غنی و لایحتاج ہو جاتا ہے۔ فقیر عامل

کیمیا گر کو کیمیا اکسیر کا مرتبۂ غنایت حاصل ہوتا ہے اور صاحب بحر و برا ہلِ نظر ولی اللہ کو کیمیا اکسیر کا مرتبۂ ہدایت حاصل ہوتا ہے۔ (نورالہدیٰ کلاں)

❖ وہ کون سی راہ ہے جس کے ذریعے طالب ایک ہی بار آفاتِ شیطانی، بلیاتِ نفسانی اور حوادثِ دنیا پریشانی سے سلامتی کے ساتھ گزر کر قربِ ربانی پالیتا ہے اور پھر دائمی فنافی اللہ ہو کر غرقِ نور و مشرفِ حضور رہتا ہے۔ پس اس کا وجود مغفور ہو جاتا ہے اور وہ مشاہدۂ رویتِ جمال کی لذت حاصل کر کے قیل وقال سے بالاتر ہو جاتا ہے اور تمام احوال سے واقف ہو کر لازوال وصال پالیتا ہے۔ اس راہ کا گواہ کونسا علم ہے؟ مشقِ مرقومِ وجودیہ کے ذریعے اسمِ اللہ ذات ہفت اندام کو اس طرح لپیٹ میں لے لیتا ہے جیسے بیل درخت کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔ جسم کے ہر حصے پر اسمِ اللہ یوں تحریر ہو جاتا ہے کہ ذاکر کے وجود کا ہر بال جوش میں آ کر اللہ، اللہ، اللہ کا ورد کرنے لگتا ہے۔ (نورالہدیٰ کلاں)

❖ مشق مرقومِ وجودیہ کرنے سے طالب کے ہفت اندام اور سرتا قدم سارا وجود نور بن جاتا ہے اور وہ ایسے پاک ہو جاتا ہے جیسے بچہ ماں کے شکم سے پاک پیدا ہوتا ہے۔ اسم اللہ ذات کی مشق مرقومِ وجودیہ سے حاصل ہونے والی پاکیزگی کی برکت سے طالب کو مجلسِ محمدیؐ کی حضوری حاصل ہوتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس معصوم صفت طفل فقیر پر لطف وکرم، شفقت و رحمت فرماتے ہوئے اسے اہلِ بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پاس لے جاتے ہیں جہاں اُم المومنین شفیع المذنبین حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اسے اپنا فرزند قرار دے کر دودھ پلاتی ہیں۔ پس وہ اہلِ بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا شیر خوار بچہ بن جاتا ہے اور اسے ان کی بارگاہ سے ''غلام فرزندِ حضوری'' کا نام اور ''فرزندِ نوری'' کا خطاب حاصل ہوتا ہے۔ باطن میں وہ طفل نورانی صورتِ سرّ کے ساتھ دائمی حضوری میں رہتا ہے اور ظاہر میں اربع عناصر کے وجود کے ساتھ خاص و عام لوگوں سے ہمکلام رہتا ہے۔ یہ ہیں فقر کے انتہائی مراتب۔ (نورالہدیٰ کلاں)

اسمِ اللہ ذات کا منکر

اسمِ اللہ ذات کے منکر کے بارے میں سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- اسمِ اللہ ذات اور اس کے ذکر سے منع کرنے والا دو حکمت سے خالی نہیں ہوتا، وہ منافق و کافر ہوتا ہے یا حاسد و متکبر۔ (عین الفقر)
- جو اسمِ اللہ ذات اور اسمِ محمدؐ کا منکر ہے وہ ابوجہل ثانی ہے یا فرعون۔ (عقلِ بیدار)
- جسے اسمِ اللہ ذات اور اسمِ محمدؐ پر یقین نہیں وہ منافق ہے۔ (محک الفقر کلاں)
- اگر کوئی تمام عمر روزہ، نماز، حج، زکوٰۃ، تلاوتِ قرآنِ پاک اور دیگر عبادات میں مصروف رہے یا عالم و معلم بن کر اہلِ فضیلت میں سے ہو جائے مگر اسمِ اللہ اور اسمِ محمدؐ سے بے خبر رہے اور ان اسما مبارک کا ذکر نہ کرے تو اس کی زندگی بھر کی عبادت ضائع اور برباد ہو گئی اور اسے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ (عین الفقر)

قرآنِ پاک، احادیث شریف اور اولیا کاملینؒ کے ارشادات اور تعلیمات سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ جب تک سالک ذکر اور تصور اسمِ اللہ ذات اور تصور اسمِ محمدؐ نہ کرے اس وقت تک دل پاک نہیں ہوتا، نہ ہی نفس اور شیطان سے خلاصی حاصل ہوتی ہے اور نہ ہی ظاہر اور باطن کے درمیان منافقت کا پردہ ہٹتا ہے خواہ سالک ساری عمر ظاہری عبادات میں مصروف رہے، قرآنِ مجید کی تلاوت کرتا رہے، مسائلِ فقہ پڑھتا رہے یا زہد و ریاضت کی کثرت سے اس کی پیٹھ کُبڑی ہو جائے اور وہ سوکھ کر بال کی طرح باریک ہو جائے۔ آج کل مادیت پرستی کے دَور میں صدق المقال اور اکل الحلال نہیں رہا۔ لوگوں میں سلف صالحین کی طرح نیک اعمال، سخت محنتوں اور مجاہدوں کی توفیق اور ہمت نہیں رہی۔ پابندئ صوم و صلوٰۃ، ادائیگی حج اور زکوٰۃ جیسے فرائض بھی روح سے خالی ہو چکے ہیں اور محض ایک نمائشی اور رسمی مظاہرے کی صورت میں ادا ہو رہے ہیں۔ بقول اقبالؒ:

رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے
وہ دِل وہ آرزو باقی نہیں ہے
نماز و روزہ و قربانی و حج
یہ سب باقی ہیں تُو باقی نہیں ہے (بالِ جبریل)

اس صورتحال میں اللہ کا قرب ووصال پانے اور اس کے لیے تزکیۂ نفس کا آسان ترین ذریعہ ذکرو تصور اسمِ اللہ ذات ہے۔ ذکر، تصور اور مشقِ مرقومِ وجودیہ اسمِ اللہ ذات اور تصور اسم محمدؐ سے نفس مردہ ہوجاتا ہے اور قلب زندہ ہوجاتا ہے یعنی روح بیدار ہوجاتی ہے اور طالب مشاہدۂ حق تعالیٰ کھلی آنکھوں سے کرتا ہے لیکن اس کے لیے شرط یہ ہے کہ ذکروتصور اسمِ اللہ ذات اور تصور اسمِ محمدؐ صاحبِ مسمّٰی مرشد کامل اکمل سروری قادری سے حاصل ہوا ہو۔

آخری ضروری بات

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی تصانیف میں اسمِ اللہ ذات کا ذکر اتنی کثرت سے کیا ہے کہ تکرار محسوس ہوتی ہے لیکن یہ اس لیے ہے کہ آپؒ اسے فقر کا معدن اور مخزن قرار دیتے ہیں۔ آپؒ اسمِ اللہ ذات کی چاروں منازل اَللّٰہ، لِلّٰہ، لَہٗ اور سلطان الاذکار ھُو کا بھی ذکر فرماتے ہیں لیکن آپ رحمتہ اللہ علیہ نے کسی کتاب میں کسی جگہ بھی نہ ہی ذکر کا، نہ ہی تصور کا اور نہ ہی مشقِ مرقومِ وجودیہ کے طریقہ کا ذکر کیا ہے۔ بات اصل میں یہ ہے کہ سروری قادری مرشد کامل اکمل صاحبِ مسمّٰی کی بیعت اور اجازت کے بغیر ذکر، تصور اور مشقِ مرقومِ وجودیہ اسمِ اللہ ذات کے نتائج طالب کے لیے الٹ بھی نکل سکتے ہیں۔ میری ملاقات اس سلسلہ میں کثیر لوگوں سے ہو چکی ہے جو خود بخود کتب پڑھ کر اپنی عقل اور سمجھ کے مطابق ذکر، تصور اور مشقِ مرقومِ وجودیہ اسمِ اللہ ذات کر کے پریشانی میں مبتلا ہوئے۔ یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ سلطان

العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ جتنا ذکر اپنی کتب میں اسمِ اللہ ذات کی افادیت کا کرتے ہیں اس سے کہیں زیادہ مرشدِ کامل کی راہبری کی اہمیت واضح کرتے ہیں۔ اس لیے ذکر و تصور اسمِ اللہ ذات کے لیے مرشد کامل اکمل صاحبِ مسمّٰی کی بیعت، صحبت اور نگرانی ناگزیر ہے۔
آپ رحمتہ اللہ علیہ کی تصانیف میں تصور کے لیے اور جسم کے مختلف حصوں پر لکھنے کے لیے نقش بھی ملتے ہیں جن میں قرآنی آیات درج ہوتی ہیں۔ ان کو سمجھنے کے لیے بھی مرشد کامل اکمل صاحبِ مسمّٰی کی راہبری ضروری ہے کیونکہ اِن کا تعلق تعلیمِ باطن سے ہے اور راہِ باطن میں جس کا مرشد نہ ہو اس کا مرشد شیطان ہوتا ہے۔ میں نے کچھ ایسے پیر بھی دیکھے ہیں جو سروری قادری ہونے کا دعویٰ رکھتے تھے لیکن انہی نقشوں کو تعویذات کی صورت میں لکھ کر لوگوں کو دیتے اور مال کماتے تھے۔ یہ بات یاد رکھیں کہ مرشد کے بغیر زہد و ریاضت سے اگر کسی پر باطن کا کوئی مقام کھل جائے تو رَجعت اور شیشہ عقل کے ٹوٹ جانے کا خطرہ ہوتا ہے اور اگر وہ برداشت کر لے تو ساری زندگی اسی مقام پر اٹکا رہتا ہے۔ میری ملاقات ایسے دو اشخاص سے ہوئی ہے جن میں سے ایک پر کشف القلوب کا مقام (جو راہِ فقر میں راہزن کی طرح ہے) کھل گیا۔ کافی عرصہ تک وہ پیر بن کر لوگوں کو بیوقوف بناتا رہا اور آخر رجعت کا شکار ہوا۔ دوسرے شخص پر کشف القبور کُھل گیا، وہ قبر میں مُردوں کے برزخ کے حالات دیکھ کر روز جیتا روز مرتا تھا اور ہڈیوں کا پنجر بن چکا تھا۔
اس راہ میں میرا ایک مشاہدہ یہ بھی ہے کہ اکثر لوگ خاص طور پر خواتین کسی سے سن کر یا کتاب سے پڑھ کر بہت سے وظائف یا اسمِ اللہ ذات کا ذکر اپنے طریقہ سے شروع کر دیتے ہیں۔ یہ ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ اصل روحانی وظائف سینہ بہ سینہ منتقل ہوتے ہیں اس لیے کتب میں درج اکثر وظائف صحیح نہیں ہوتے یا اُن کی عبارت کی کتابت میں غلطی ہوتی ہے اور کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ تحریر کو ٹھیک سے پڑھنے میں غلطی ہو جاتی ہے جس کے بعد وہ وظیفہ پڑھنے سے فائدہ کی بجائے الٹا نقصان ہوتا ہے۔ خود سے وظیفہ کرنے والے جن لوگوں سے ملاقات ہوئی اُن کو اکثر غربت، فاقہ کشی یا کسی بیماری میں مبتلا پایا۔ اس میں بھی یہی نکتہ مضمر ہے۔ ایک تو انہیں وظائف کے جلالی یا

جمالی ہونے کا پتہ نہیں ہوتا اور دوسرا مرشد کامل کے بغیر اس طرح کے وظائف کرنے سے تنگی حالات اور مشکلات کا شکار ہو جاتے ہیں۔ وظائف کثرت سے کرنے سے اللہ تعالیٰ کی ذات قریب ہونے لگتی ہے اور دنیا گھر سے بھاگنے لگتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اور دنیا ایک دِل میں اکٹھے نہیں رہ سکتے۔ وظیفہ کرنے والے کو اس کا پتہ نہیں ہوتا اس لیے وہ پریشانیوں کا شکار ہو جاتا ہے حالانکہ وظائف وہ مشکلات کے خاتمہ اور حصولِ رزق کے لیے کر رہا ہوتا ہے۔ اگر وظائف کرنے سے آدمی امیر ہوتا یا دولت ملتی تو مُلّا اور عامل حضرات سب سے زیادہ دولت مند ہوتے۔

جلالی وظائف کرنے سے تو حالت مزید خراب ہو جاتی ہے۔ عامل حضرات جلالی وظائف کے ذریعے روحانی مؤکلات کو قابو کر کے اُن سے کام لیتے ہیں۔ لوگوں کے شادی، اولاد، کاروبار، گھریلو جھگڑوں جیسے مسائل حل کرنے حتیٰ کہ لاٹری اور بانڈ کا نمبر بتانے کا کام بھی مؤکلات کے ذریعے کرتے ہیں۔ یہ کفر اور شرک ہے۔ اِن عامل حضرات کا انجام بڑا بھیانک اور دردناک ہوتا ہے، بڑھتی ہوئی عمر کے ساتھ چونکہ یہ وظائف پورے نہیں پڑھ سکتے جو مؤکلات کی خوراک ہوتی ہے اس لیے آخری عمر میں اِن کو دردناک بیماریوں اور مشکلات میں مبتلا پایا ہے۔

مرشدِ کامل اکمل کی راہبری میسر ہو تو وہ توازن کے ساتھ طالب کی استطاعت کے مطابق طالب کو منزل کی طرف لے کر بڑھتا ہے تاکہ وہ دین میں بھی ترقی کرے اور اس کے دنیاوی معاملات بھی ساتھ ساتھ چلتے رہیں۔ مرشد کامل اکمل اس کے باطن کو اللہ کی طرف لے کر چلتا ہے اور جسم کو دنیا کے کاموں میں مشغول رکھتا ہے، یوں مرشد کی راہبری طالب کو تمام خطرات سے بے نیاز کر دیتی ہے۔

"حقیقت اسمِ اللہ ذات" کتابِ ہدایت ہے جسے پڑھ کر راہِ معرفتِ الٰہی کے بیشمار سالکین اپنی منزل تک پہنچے ہیں۔ **"حقیقت اسمِ اللہ ذات"** کے مصنف سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کے سلسلہ سروری قادری کے موجودہ شیخِ کامل سلطان العاشقین حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس ہیں۔ آپ مدظلہ الاقدس نے اللہ تعالیٰ کے ذاتی نام "اسمِ اللہ ذات" جسے اسمِ ذات یا اسمِ اعظم بھی کہتے ہیں، کے فضائل، ثمرات، تجلیات اور اثرات کو قرآن و حدیث سے مکمل وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور فقر و تصوف کی تاریخ میں اسمِ اللہ ذات کے ذکر و تصور کی برکت سے اللہ تعالیٰ کے قرب و وصال تک پہنچنے والے صحابہ کرام اور اولیا کاملین کی مستند رائے کو درج فرما کر اسمِ اللہ ذات کی حقیقت کو واضح کر دیا ہے۔ کتاب "حقیقت اسمِ اللہ ذات" اپنی نوعیت کی ایک جامع کتاب ہے جس کا خلوصِ نیت سے مطالعہ طالبِ حق پر علمِ باطن اور معرفتِ الٰہی کی راہوں کو کھول دیتا ہے اور راہِ قرب و وصالِ الٰہی اس کے لیے آسان اور قابلِ فہم ہو جاتی ہے۔

سُلطان الفقر ہاؤس
4-5/A ۔ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن وحدت روڈ ڈاکخانہ منصورہ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 54790
Ph: +92-42-35436600 Cell: +92 322 4722766

- www.sultan-ul-ashiqeen.com
- www.sultan-ul-ashiqeen.pk
- www.sultan-bahoo.com
- www.sultan-ul-faqr-publications.com
- E-mail: sultanulfaqrpublications@tehreekdawatefaqr.com

ISBN: 978-969-2220-31-6
9 789692 220316

Rs. 440

حقیقت اسمِ اللہ ذات
تصنیفِ لطیف
سلطان العاشقین حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس